دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

رجب المرجب ۱۴۰۸ھ مارچ ۱۹۸۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ
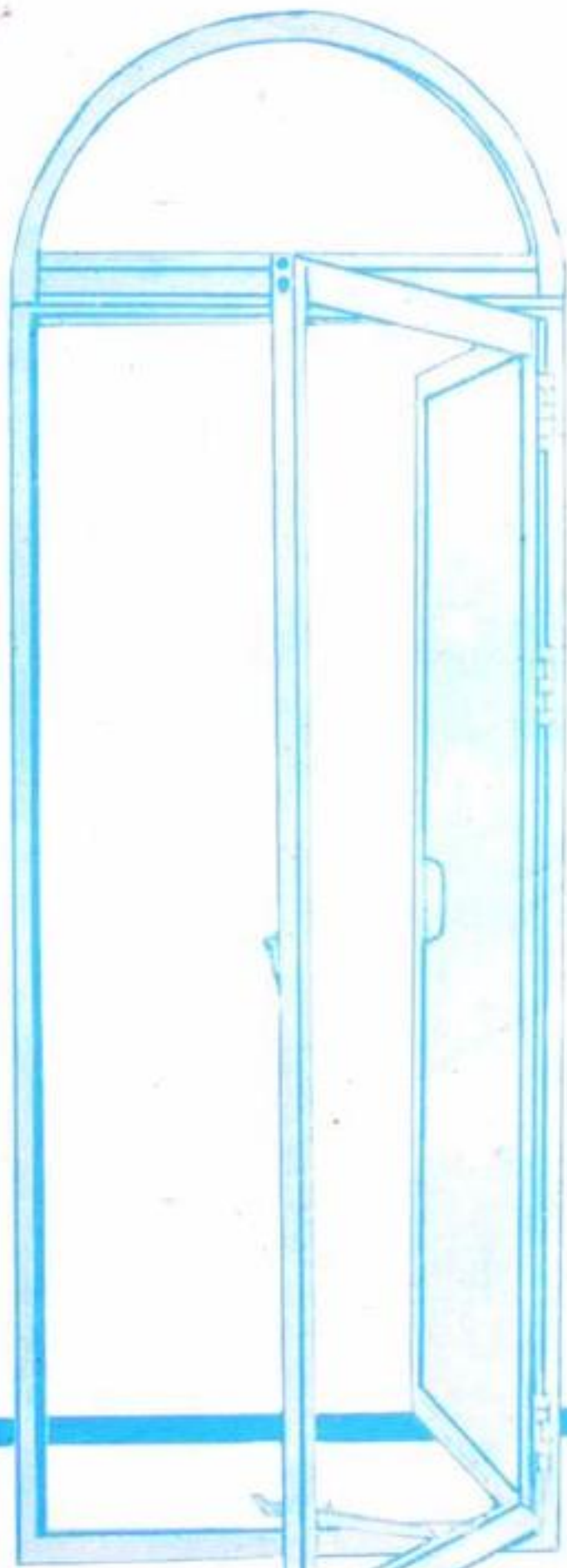
هٰذا بلاغٌ للنّاس

جلد ۲۱

رجب المرجب ۱۴۰۸ھ / مارچ ۱۹۸۸ء

شمارہ ۷

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

سالانہ بدل اشتراک :

بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ / ۲۳۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ

ہانگ کانگ، نائیجریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۱۸۰ روپے سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۱۵۰ روپے

پبلشر: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی

پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴

فون نمبر : ۳۱۱۳۱۷

ترتیب

ذکر و فکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر و فکر :

این آئی ٹی کی نئی صورتحال اور اس کا شرعی حکم

حمد و ستائش اُس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

اس وقت ملک میں سرکاری سطح پر سرمایہ کاری کی جتنی صورتیں رائج ہیں، تقریباً سبھی سودی طریق کار پر مشتمل ہیں، پرائز بانڈ، ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، خاص ڈپازٹ سرٹیفکیٹ، بینکرز ایکویٹی سرٹیفکیٹ وغیرہ تمام تر سودی تمسکات ہیں، لیکن ملک میں این۔ آئی۔ ٹی ایک ادارہ ایسا تھا جس میں سرمایہ کاری سُود کے حکم میں نہیں آتی تھی، اس لئے اس میں سرمایہ کاری کے جواز کا فتویٰ 'البلاغ' میں شائع ہوا تھا، لیکن اب اسکی صورتِ حال بھی بدل گئی ہے، اس لئے نئی صورتِ حال کی روشنی میں این۔ آئی۔ ٹی کے کاروبار اور اسکے شرعی حکم کا از سرِ نو جائزہ لینے کیلئے "مجلسِ تحقیق مسائل حاضرہ" کا ایک اجلاس دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ میں پچھلے ماہ منعقد ہوا۔ اس مجلس کی طرف سے اسی سلسلے میں جو فتویٰ جاری کیا گیا، اس مرتبہ وہ بطور اداریہ پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

نیشنل انویسمنٹ ٹرسٹ (این۔ آئی۔ ٹی) کے نام سے سرمایہ کاری کا ایک ادارہ عرصہ دراز سے ملک میں قائم ہے ابتدا میں اس کا طریق کار سُودی قسم کا تھا لیکن ۱۹۷۹ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کے مطابق حکومت کی طرف سے ہدایت کی گئی کہ اس ادارے سے سُود کا عنصر ختم کر کے اسے اسلامی احکام کے مطابق چلایا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس کیلئے متبادل طریق کار بھی تجویز کر دیا تھا۔

چنانچہ ۱۹۷۹ء کے بعد اس ادارے کے طریق کار میں تبدیلی لائی گئی، حکومت نے اس میں سے اپنے حصے واپس لے لئے اور اس ادارے نے جن غیر شرعی کمپنیوں کے حصص خرید رکھے تھے رفتہ رفتہ وہاں سے رقمیں نکال کر ایسی کمپنیوں کے حصص خریدے جن کا کاروبار بنیادی طور پر جائز ہے۔

یہاں تک کہ ایک مرحلہ ایسا آیا کہ ادارے کے ذمہ دار حضرات سے ممکنہ تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ اس ادارے کا بنیادی کام ایسی کمپنیوں کے حصص خریدنا اور ان سے منافع حاصل کرنا ہے جنکا کاروبار بنیادی طور پر جائز ہے۔ چنانچہ اس تحقیق کے بعد ہم نے یہ فتویٰ دیا کہ اس ادارے کے یونٹ خریدنا بھی جائز ہے اور ان یونٹوں پر ملنے والا نفع بھی حلال ہے۔ البتہ ساتھ ہی مستفتی حضرات سے یہ بھی کہہ دیا جاتا تھا کہ وہ ہر سال کی بیلنس شیٹ کے ذریعے اس بات کا اطمینان بھی کر لیا کریں کہ کسی غیر شرعی کاروبار کے حصص تو اس میں شامل نہیں ہوئے۔

لیکن کچھ عرصہ پہلے احقر کو معلوم ہوا کہ "این۔ آئی۔ ٹی" نے کمپنیوں کے حصص خریدنے کے علاوہ "مارک اپ"، "پی ٹی سی" اور "ٹی ایف سی" کی بنیاد پر براہ راست بھی کاروباری افراد کو سرمایہ فراہم کرنا شروع کردیا ہے۔ چونکہ "مارک اپ"، "پی ٹی سی" اور "ٹی ایف سی" کے تحت سرمائے کی فراہمی کا شرعی حکم ان کا تفصیلی طریق کار معلوم ہونے پر موقوف تھا، اور ہمارے ملک میں ان ناموں سے سراسر غیر شرعی کاروبار بھی ہوتا رہا ہے اس لئے احقر نے اس اطلاع کے بعد "این۔ آئی۔ ٹی" کے بارے میں آئے ہوئے تمام سوالات روک لئے، اور مستفتی حضرات کو یہ لکھ دیا گیا کہ اب اس ادارے کے طریق کار میں بعض تبدیلیوں کا علم ہوا ہے جن کی تحقیق کی جارہی ہے لہٰذا تحقیق ہونے تک ہم جواز اور عدم جواز کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے۔ تحقیق کے بعد جو صورتحال واضح ہوگی، اس کے بعد انشاء اللہ جواب دیا جائیگا۔

اس دوران احقر نے "این۔ آئی۔ ٹی" کے سربراہ سے ملکر مذکورہ طریقہ ہائے تمویل کی پوری حقیقت اور تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن کئی بار وقت طے ہونے کے باوجود کبھی احقر کے کسی سفر یا مصروفیت کی بنا پر، اور کبھی اُن کے کسی عذر کی بنا پر یہ ملاقات نہ ہوسکی۔

اب کچھ عرصہ پہلے احقر کو "این۔ آئی۔ ٹی" کے دفتر میں جاکر اُن کا طریق کار دیکھنے اور ان کے معاملات کی حقیقت جاننے کا موقع ملا۔ اس تحقیق کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوئی کہ "مارک اپ"، "پی ٹی سی" اور "ٹی ایف سی" کے ناموں سے جو سرمایہ فراہم کیا جارہا ہے، وہ شرعی اعتبار سے یقینی طور پر ناجائز ہے، اور اس کو کسی تاویل سے بھی حلال نہیں کہا جاسکتا۔ "مارک اپ" کا اصل تصور یہ تھا (اور اسٹیٹ بینک کے ہدایت نامے میں بھی اسی کا ذکر ہے) کہ ادارہ کوئی سامان خرید کر اُسے نفع پر فروخت کریگا۔ لیکن عملاً دوسرے بینکوں کی طرح "این آئی ٹی" بھی کوئی سامان خرید کر بیچنے کے بجائے براہ راست کاروباری افراد کو رقمیں مہیا کرتا ہے، اور وہ اس رقم سے جو چیزیں چاہیں خریدتے ہیں، اور محض کاغذی طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ چیزیں

"این۔ آئی۔ ٹی" نے ان کو نفع پر فروخت کی ہیں۔ حالانکہ "این۔ آئی۔ ٹی" کو ان خرید کردہ اشیاء کی مقدار وغیرہ کا علم تک نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ اشیاء اس کی ملک یا قبضے میں آئیں۔ لہٰذا یہ طریق کار شرعاً بلاشبہ سود ہے، اور سود کا نام "مارک اپ" رکھ لینے یا اس کاغذی کارروائی سے معاملے کی حقیقت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تقریباً یہی صورت "ٹی ایف سی" میں بھی ہے۔

جہاں تک "پی ٹی سی (پارٹی سپیشن ٹرم سرٹیفکیٹ)" کا تعلق ہے، اصلاً یہ معاملہ شرکت یا مضاربت کی بنیاد پر ہونا چاہیئے تھا، اور اس کا اصل تصور یہی تھا کہ اس کے ذریعے شرکت یا مضاربت کی بنیاد پر رقم دی جائے۔ لیکن اس کیلئے جو معاہدات کئے جارہے ہیں، ان میں بہت سی شرائط خلافِ شریعت ہیں جن کی وجہ سے یہ معاملہ بھی شریعت کے مطابق نہیں رہا، اور اب ادارے نے رفتہ رفتہ "پی ٹی سی" کو بھی "ٹی ایف سی" میں تبدیل کرنا شروع کردیا ہے۔

لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ "مارک اپ"، "پی ٹی سی" اور "ٹی ایف سی" کے نام سے جو کاروبار یہ ادارہ کررہا ہے وہ شریعت کے بالکل خلاف ہے اور اس سے حاصل ہونیوالا نفع حرام ہے۔

اس کے بعد ادارے کی بیلنس شیٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادارے کی سرمایہ کاری کا بہت بڑا حصہ انہی تین مدات میں صرف کیا جارہا ہے، جس کی تفصیل جون ۱۹۸۶ء کی پوزیشن کے مطابق یہ ہے:۔

مارک اَپ	۲۲ ر ۱۶
پی ٹی سی	۵۴ ر ۲ فی صد
ٹی ایف سی	۹۵ ر ۰

اس کے علاوہ بینکوں اور سودی مالیاتی اداروں کے حصص میں بھی ادارے کی ۶۷ ر ا فیصد رقم جمع ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "این۔ آئی۔ ٹی" اپنی رقموں کا ۳۸ ر ۲۱ فی صد حصہ ان ناجائز کاموں میں لگارہا ہے، مزید ۶۸ ر ۲ فی صد سرمایہ کاری "آئی سی پی" کے میوچول فنڈ میں ہورہی ہے جس کی بیلنس شیٹ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں بینکوں کے حصص میں بھی سرمایہ کاری کی گئی ہے، اس طرح سرمایہ کاری کی ۰۶ ر ۲۴ فی صد مدات ناجائز یا مشکوک ہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ جون ۱۹۸۷ء تک "مارک اَپ" پر دیئے گئے سرمائے کی شرح اور بھی بڑھ کر تقریباً اڑتیس فیصد ہوگئی اور اس طرح جون ۱۹۸۷ء پر ختم ہونے والے سال میں ناجائز مدات میں لگے ہوئے سرمائے کا تناسب تقریباً ۴۶ فیصد تک پہنچ گیا۔

لہٰذا یہ معلوم ہونے کے بعد شرعی حکم یہ ہے کہ "این۔ آئی۔ ٹی کے یونٹ خریدنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جن لوگوں نے سابق فتوے یا ادارے کے اعلانات کے مطابق "این آئی۔ ٹی" یونٹ جائز سمجھ کر خرید رکھے ہیں اور ان پر انہیں سالانہ منافع (Dividends) بھی تقسیم کیا گیا ہے، اُن کیلئے اس مُنافع کا کیا حکم ہے؟

سو اس کا جواب یہ ہے کہ احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ ادارے سے یہ بات معلوم کر لی جائے کہ اس کے سالانہ کُل منافع میں سے کتنے فیصد منافع ان تین مدات سے حاصل ہوا ہے پھر اپنے مُنافع (Dividends) کا اُتنا ہی فی صد حصہ کسی مستحق زکوٰۃ کو صدقہ کر دیا جائے۔[1] مثلاً ادارے سے یہ معلوم ہوا کہ کُل منافع کا ۳۰ فیصد حصہ ان ناجائز مدات سے حاصل ہوا تھا اب یونٹ ہولڈر اپنے منافع میں سے ۳۰ فیصد رقم صدقہ کر دے۔ جون ۸۶ء میں ختم ہونے والے مالی سال میں احقر کا محتاط اندازہ یہ ہے کہ ادارے کے منافع کا ۳۰ فیصد حصہ شرعی اعتبار سے ناجائز ذرائع سے حاصل ہوا ہے لہٰذا ہر یونٹ ہولڈر اپنے منافع کا ۳۰ فیصد حصہ صدقہ کر دے۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :۔

"اذا دفع المسلم إلى النصراني مالاً مضاربةً بالنصف فهو جائز (أي في القضاء كما صرح به في إمداد الفتاوى عن المبسوط ص ۲۲۱ ج ۳) إلا أنه مكروه، فان اتّجر في الخمر والخنزير فربح جاز على المضاربة في قول أبي حنيفة رح، وينبغي للمسلم أن يتصدق بحصته من الربح، وعندهما لا يجوز على المضاربة، وان أربى نا شترى درهمين بدرهم كان البيع فاسداً، ولكن لا يصير ضامناً لمال المضاربةُ والربح بينهما على الشرط۔

(عالمگیریہ ص ۳۳۳ ج ۴۔ کتاب المضاربہ۔ باب ۲۲)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اس عبارت کے تحت

---

[1] واضح رہے کہ یہ رقم باپ، بیٹے، یا شوہر یا بیوی کو بھی دی جا سکتی ہے بشرطیکہ یہ سب مستحق زکوٰۃ ہوں۔

تحریر فرماتے ہیں :۔

قلنا : قوله ينبغي للمسلم أن يتصدق بحصته محمول على الورع كما هو الظاهر ، وان حمل على الوجوب فهو اذا كان قد اتجر في الخمر والخنزير ولم يتجر في غيرهما والا فحمله ما سيجيئ في المخلوط .

اس کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے مال مخلوط کے احکام فتاویٰ قاضی خان سے نقل کئے ہیں جن میں یہ جزئیہ بھی ہے کہ :۔

لو أن فقيرًا يأخذ جائزة السلطان مع علمه أن السلطان يأخذها غصبًا أيحل له ذلك ؟ قال : إن كان السلطان خلط الدراهم بعضها ببعض فإنه لا بأس به ، وإن دفع عين الغصب من غير خلط لم يجز أخذه ، قال الفقيه ابو الليث : هذا الجواب يستقيم على قول أبي حنيفة رحمه الله ، لأن عنده اذا غصب الدراهم من قوم وخلطه بعضها ببعض يملكها الغاصب ، اما على قولهما لا يملكها ويكون على ملك صاحبها .

(قاضی خان ص ۳۶۳ و ۳۶۴ ج ۴)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں :۔

فاذا خلط الوكيل دراهم الربا بعضها ببعض الدراهم التي أخذها من حلال يجوز أخذ الربح منها لكون الخلط مستهلكًا عند الإمام لا سيما اذا كان الوكيل كافرًا ، لا سيما والتقسيم مطهر عندنا كما إذا بال البقر في الحنطة وقت الدياسة فاقتسمها الملاك حل لكل واحد أكلها مع التيقن بكون الحنطة مختلطة بالطاهر والنجس ولكن القسمة أورثت احتمالاً في حصة كل واحد من الشركاء فحكمنا بطهارة نصيب كل واحد منهم ، فكذا ههنا اذا أربى الوكيل بالتجارة وخلط الدراهم بعضها ببعض ثم قسمها على الشركاء يحكم بحل نصيب

کل واحد منهم واللہ تعالیٰ أعلم۔

(امداد الفتاویٰ ص ۴۲۳ ج ۳ رسالۃ القصص السنی)

ان عبارات سے مذکورہ بالا حکم واضح ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ واضح ہے کہ یہ حکم "این۔ آئی۔ ٹی" کے موجودہ طریق کار پر مبنی ہے۔ "این۔ آئی۔ ٹی" کے ذمہ دار حضرات کے ساتھ مل کر یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ادارے سے ناجائز سرمایہ کاری کا حصہ بالکل ختم کر دیا جائے، اگر یہ کوشش کامیاب ہوئی اور حالات تبدیل ہو گئے تو حکم بھی بدل سکتا ہے ایسی صورت میں انشاء اللہ پھر اعلان کر دیا جائیگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۶ - ۵ - ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
۲۸ / ۵ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴
۲۹ / ۵ / ۱۴۰۸ھ

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی
۵ . ۸ . ۱۴۰۸ھ

دار الافتاء
دار العلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی
دارالافتاء۔ دارالعلوم کراچی ۱۴
۳ - ۶ - ۱۴۰۸ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف القرآن — سورۂ مومن — آیت ۲۳ تا ۴۶

خُلاصۂ تفسیر

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے احکام اور کھلی دلیل (یعنی معجزہ) دیکر فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں (میں سے بعض نے یا کل) نے کہا کہ (نعوذ باللہ) یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے (جادوگر معجزہ میں کہا اور کذاب دعوئ نبوت واحکام میں کہا۔ یہ قول فرعون، ہامان اور قارون تینوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر قارون چونکہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور بظاہر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا اس کا ان کو ساحر کہنا بظاہر مستبعد ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ اس وقت بھی منافق ہو۔ موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر میں ایمان کا دعویٰ کرتا ہو حقیقۃً نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قول صرف فرعون وہامان کا ہو۔ تغلیباً تینوں کی طرف نسبت کر دی گئی ہو) پھر (اس کے بعد جب وہ (عام لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لے کر آئے (جس پر بعض لوگ مسلمان بھی ہوگئے) تو ان (مذکور) لوگوں سے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ (ہو کر) ایمان لے آئے ہیں اُن کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو۔ (تاکہ ان کی جمعیت اور قوت نہ بڑھ جائے جس سے اندیشۂ زوال سلطنت کا ہے) اور (چونکہ عورتوں سے ایسا اندیشہ نہیں اور نیز ہمارے گھروں میں خدمتگاری کے لئے اُن کی ضرورت ہے اس لئے) ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو۔

(غرض انہوں نے موسیٰ کے غلبہ کا خطرہ محسوس کر کے انسداد کی یہ تدبیر کی) اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی (چنانچہ آخر میں موسیٰ علیہ السلام غالب آئے۔ بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کے قتل کا حکم ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے دیا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈالنے کی نوبت آئی اور قدرت نے اس بچہ کو خود فرعون کے گھر میں پلوایا۔ یہ دوسرا فیصلہ ان کے لڑکوں کو قتل کرنے کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور نبوت کے بعد اس وقت کا ہے جبکہ ان کے معجزات دیکھ کر آل فرعون نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اُن کا جتھا بڑھ گیا تو ہماری سلطنت کی خیر نہیں ——— پھر یہ کسی روایت میں نظر سے نہیں گزرا کہ اس وقت یہ قتل غلمان کا قانون کا نافذ ہوا یا نہیں۔ پھر اس کے بعد خود موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارہ میں گفتگو ہوئی) اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہیئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے یا ملک میں کوئی فساد (نہ) پھیلا دے (کہ ایک ضرر دین کا ہے اور دوسرا ضرر دنیا کا اور فرعون کا یہ کہنا کہ مجھ کو چھوڑو، یا تو اس وجہ سے ہے کہ اہل دربار نے شاید اس لئے قتل کی رائے نہ دی ہوگی کہ اس کو مصلحت ملکی کے خلاف سمجھا ہوگا کہ عام چرچا ہوگا کہ ایک بے سروسامان شخص سے ڈر گئے اور یا یہ کہنا بطور تمویہ کے ہے کہ عام سننے والے یہ سمجھیں کہ اب تک ان کے قتل میں تاخیر مشیروں کے روکنے کے سبب سے ہوئی۔ گو واقع میں قتل پر خود اس کو جرأت نہ تھی۔ کیونکہ دل میں تو معجزات سے یقین ہو ہی گیا تھا۔ اس لئے اس کو خطرہ تھا کہ ان کو قتل کیا تو کسی آسمانی عذاب بلا میں مبتلا ہو جاؤں گا مگر اپنے خون کو درباریوں کے سر ڈالنے کے لئے ایسا کہا۔ اور اسی طرح وَلْيَدْعُ رَبَّهُ کہنا بھی لوگوں پر اپنی بہادری جتلانے کے لئے ہوگا، اگرچہ دل اندر سے تھرا رہا ہو) اور موسیٰ (علیہ السلام نے جو یہ بات سُنی خواہ بالمشافہ سنی ہو یا بالواسطہ تو انہوں) نے کہا میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خردماغ شخص (کے شر) سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا (اور اس لئے حق کا مقابلہ کرتا ہے) اور (اُس مجلس مشورہ میں) ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان میں سے تھے (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے (یہ مشورہ سن کر لوگوں سے) کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے (یعنی معجزات بھی دکھلاتا ہے جو دلیل ہے صدق دعویٰ نبوت کی اور دلیل موجود ہوتے ہوئے صاحب دلیل کی مخالفت کرنا اور مخالفت بھی اس درجہ کی قتل کا قصد کیا جاوے نہایت نازیبا ہے۔) اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا (اور آپ ہی اللہ کی طرف سے رسوا ہو جائے گا۔ قتل کرنے کی کیا ضرورت) اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے (کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ایسا ایسا عذاب ہوگا) اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا (تو اس صورت میں قتل کرنے سے اور زیادہ بلا اپنے سر پر لینا ہے۔ غرض اس کے کذب کی صورت میں قتل فضول اور صدق کی صورت میں مُضر ہے پھر ایسا فعل کیوں کیا جاوے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ)

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گذر جانے والا (اور) بہت جھوٹ بولنے والا ہو (یعنی برائے چندے اس کی بات چل جاوے تو ممکن ہے مگر انجام کار اس کی ناکامی یقینی ہے۔ پس اس قاعدہ کلیہ کے اعتبار سے اگر موسیٰ علیہ السلام بالفرض کاذب ہوں تو بوجہ اس کے کہ جھوٹا دعویٰ نبوت کا بہت بڑا گناہ ہے اور سخت جرأت ہے، ایسے کاذب مفتری کو بھی اگر مقہور و ہلاک کیا جاوے تو مخلوق کو خود شبہ اور التباس میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً حق تعالیٰ سے نہیں ہو سکتا اس لئے ضروری ہے کہ یہ مغلوب و رسوا ہوں گے۔ پھر حاجت قتل کیا ہے، اور اگر صادق ہیں تو تم لوگ بالیقین کاذب ہو اور کذب میں مسرف بھی ہو کر فرعون کی خدائی کے دعویدار ہو اور مسرف کذاب کو کامیابی ہوتی نہیں۔ پس تم لوگ قتل میں کامیاب نہ ہو گے یا تو قدرت نہ ہو گی یا اس کا اخیر نتیجہ برا ہو گا۔ بہرحال دونوں شقوں کا مقتضی یہی ہوا کہ ان کو قتل نہ کیا جاوے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ کبھی کسی مفسد کو قتل نہ کیا جاوے ۔ جواب یہ ہے کہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جہاں کاذب ہونے یا صادق ہونے میں شبہ ہو اور معجزات سے اقل درجہ احتمال صدق ضرور تھا اور جہاں دلائل قطعیہ سے کذب متیقن ہو وہاں ایسا نہیں ہو گا اور گو اس مؤمن کو موسیٰ علیہ السلام کے صدق کا پورا یقین تھا مگر اس طرز سے گفتگو کرنا لوگوں کی طبیعت کی رعایت سے تھا کہ وہ کچھ غور کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ آگے بھی اسی قتل سے روکنے کے متعلق مضمون ہے کہ) اے میرے بھائیو آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو سو خدا کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا۔ اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آپڑا (جیسا کہ ان کے سچے ہونے کی صورت میں اس کا احتمال ہے) فرعون نے (یہ تقریر سن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں اور اس مؤمن نے (جب دیکھا کہ نصیحت میں نرمی اور رعایت خیال مخاطب سے کام نہیں چلتا تو اب تہدید و تخویف سے کام لیا اور) کہا صاحبو مجھے تمہاری نسبت دوسری امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے جیسا کہ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا (لیکن جب تم حرکتیں ہی ایسی کرو گے تو ضرور ہی اپنی سزا کو پہونچو گے) اور (یہ ڈرانا تھا عذاب دنیا سے آگے تہدید ہے عذاب آخرت سے کہ) صاحبو مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی (یعنی وہ دن مشتمل ہے۔ واقعات عظیمہ پر کیونکہ نداؤں کی کثرت یعنی ایک دوسرے کو آواز دینا واقعات کے عظیم ہونے میں ہوتا ہے چنانچہ سب سے اوّل آواز صور پھونکنے کی ہو گی جس سے مردے زندہ ہوں گے۔

قَالَ تعالیٰ : يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ

ایک ندا حساب کے لئے ہو گی۔ قَالَ تعالیٰ ۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ایک تنادی یعنی ایک دوسرے کو ندا کرنا باہم اہل جنت داہل نار میں ہو گا۔ قَالَ تعالیٰ ۔ فِی الْاَعْرَافِ

وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ الخ وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ الخ وَنَادٰی اَصْحٰبُ النَّارِ الخ۔ ایک ندا اخیر میں موت کو بشکل دُنبہ ذبح کرنے کے وقت ہوگی جیسا حدیث میں ہے۔ یا اہل الجنۃ خلود لاموت ویا اہل النار خلود لاموت اور آگے اس دن کی ایک حالت بیان کی گئی ہے کہ) جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے (کذا فی البغوی اور اس وقت) تم کو خدا (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا (اور اس مضمون کا تقاضا ہدایت قبول کرنے کا ہے لیکن) جس کو خدا ہی گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور (آگے توبیخ و تنبیہ ہے اس پر کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ایک اور پیغمبر کی بھی تکذیب کر چکے ہیں یعنی) اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آچکے ہیں (یعنی اسی قوم قبط میں جن میں سے تم بھی ہو اور آباء سابقین سے تم تک بھی ان کی خبر متواتراً پہونچی ہے) سو تم اُن امور میں بھی برابر شک (وانکار) ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے، حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم کہنے لگے کہ بس اب اللہ کسی رسول کو نہ بھیجے گا (یہ قول بطور شرارت کے تھے، مطلب یہ کہ اول تو یوسف بھی رسول نہ تھے اور اگر بالفرض تھے بھی تو جب ایک کو نہ مانا تو اللہ میاں کہیں گے کہ دوسرے کو بھیجنے سے کیا فائدہ، تو ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑا پاک ہوگیا مقصود اصلی اس سے نفی مسئلہ رسالت کی ہے جیسا کہ اگلے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس مسئلہ میں تم غلط کار ہو) اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہو جانے والے (اور) تُہمات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے جو بلا کسی سند کے ان کے پاس موجود ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں۔ اس (کج بحثی) سے خدا تعالیٰ کو بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی اور (جس طرح تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے (کہ اس میں اصلاً گنجائش حق فہمی کی نہیں رہتی، یہ تقریر تھی ان مومن بزرگ کی جو فرعون کے خاندان میں سے ہیں اور اب تک ایمان کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس تقریر سے اُن بزرگ کا کتمان ایمان جاتا رہا، خواہ اول تقریر سے خواہ بعد کی تقریر سے یعنی یا قوم اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ اور ظاہر شق اول ہے لقولہٖ تعالیٰ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ الخ) اور فرعون نے (جو تقریر لاجواب سُنی تو اس مومن کو کچھ جواب دے نہ سکا۔ اپنی جہالت قدیمہ پر بزعم خود حجت قائم کرنے کے لئے ہامان سے) کہا اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنواؤ (میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا) شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں پھر (وہاں جاکر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو (اس کے دعویٰ میں) جھوٹا سمجھتا ہوں (آگے فرعون کی مزید بدکرداری کا ذکر ہے) اور اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں (بھی) اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور (سیدھے) رستہ سے رُک گیا اور (موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بڑی بڑی تدبیریں کیں مگر) فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی (کسی میں کامیاب نہ ہوا) اور اس مومن نے (جب دیکھا کہ فرعون سے کوئی معقول جواب نہیں بن پڑا تو پھر مکرر) کہا کہ اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں (یعنی فرعون نے جو کہا تھا کہ میں تمہیں سبیل الرشاد کی طرف ہدایت کرتا ہوں اس کا

بتایا ہوا راستہ ہرگز سبیل الرشاد یعنی ہدایت کا راستہ نہیں ، بلکہ سبیل الرشاد میرا بتلایا ہوا راستہ ہے) اے بھائیو یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور (اصل) ٹھیرنے کا مقام تو آخرت ہے (جہاں بدلہ دینے کا یہ قانون ہے کہ) جو شخص گناہ کرتا ہے تو اس کو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے (اور) وہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا اور (اس تقریر کے وقت اس مؤمن آل فرعون کو یہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ میری باتوں پر تعجب کر رہے ہیں اور بجائے میری بات ماننے کے مجھ کو ہی اپنے طریق کفر کی طرف بلانا چاہتے ہیں اس لئے یہ بھی کہا کہ) اے میرے بھائیو یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو (طریق) دوزخ کی طرف بلاتے ہو ۔ (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ (معاذ اللہ) میں خدا کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کے (ساجھی ہونے کی) میرے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ۔ اور میں تم کو خدائے زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں ۔ یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو ۔ وہ نہ تو دنیا ہی میں (کسی دنیوی حاجت کے لئے) پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ (دفع عذاب کے لئے) آخرت ہی میں اور (یقینی بات ہے کہ) ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور (یقینی بات ہے کہ) جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں (جیسے غیر اللہ کی پرستش کرنے والے) وہ سب دوزخی ہوں گے سو (اب تو میرا کہنا تمہارے جی کو نہیں لگتا مگر) آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور (چونکہ اس مؤمن کو یہ احتمال پہلے سے ہے کہ یہ لوگ اس نصیحت پر میرے خلاف ہو جائیں اور تکلیف پہنچائیں اور ممکن ہے کہ اس وقت کچھ آثار و علامت دھمکی کے بھی ان کی طرف سے سامنے آئے ہوں اس لئے یہ بھی کہا کہ) میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں خدا تعالیٰ سب بندوں کا (خود) نگراں ہے (میں تم سے بالکل نہیں ڈرتا) پھر خدا تعالیٰ نے اس (مؤمن) کو ان کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا (چنانچہ وہ ان کی ایذاؤں سے محفوظ رہا اور حضرت قتادہؓ کے قول کے مطابق اس کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق سے نجات ہوئی (کذا فی الدر المنثور) اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہوا ۔ (جس کا بیان یہ ہے کہ) وہ لوگ (برزخ میں) صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں (اور ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز اس میں داخل ہو گے) اور جس روز قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا) کہ فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت عذاب میں داخل کرو ۔

۱۵

ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ

تحقیقی مقالہ:

حکومت کے نظم ونسق کو چلانے کے لئے سرکاری خزانہ کا وجود انتہائی ضروری ہے ہر مملکت کی ترقی وبقا کا انحصار اس کے مالی نظام پر ہوتا ہے۔ مالی نظام اس صورت میں کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے جب اس کی آمدنی وخرچ میں توازن ہو۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آنحضرتؐ کے سامنے سب سے اہم مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری اور ان کے معاش کا تھا۔ آپؐ نے اس مسئلہ کو یوں حل کیا کہ مہاجرین وانصار میں مواخاۃ کرادی جس کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین وانصار مل کر رہیں اور کاروبار کریں۔ اسلام کے مالی احکامات ضرورت کے مطابق بتدریج نازل ہوئے جن کا اظہار کبھی وحی الٰہی کے ذریعہ اور کبھی زبان نبوتؐ سے ہوا۔ آنحضرتؐ تمام صدقات وخیرات خود ہی وصول فرماتے اور خود ہی خرچ کرتے تھے۔ ابتدا میں مسلمانوں کو صدقات وخیرات کی ترغیب دی گئی رفتہ رفتہ دیگر مالی احکام نازل ہوئے۔ ۸ھ کے آخر میں سورۃ توبہ کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں زکوٰۃ کے احکام اس کی اہمیت وضرورت اور اس کے مصارف بیان کئے گئے اس کے ساتھ ہی جزیہ کا حکم نافذ ہوا۔ ان احکامات کی روشنی میں ۹ھ میں آنحضرتؐ نے باقاعدہ عمال ومحصلین کا تقرر فرمایا، زکوٰۃ کے احکام وقوانین مرتب فرمائے اور ان احکام کے ساتھ عمال کو زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں بھیجا۔ عہد رسالت میں مملکت اسلامیہ کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل تھے:

۱۔ صدقات وخیرات۔ جس کا وجوب نص قرآنی سے ثابت ہے۔[۱]

۲ - **زکوٰۃ** - ارکان اسلام میں سے اہم رکن ہے۔ قرآن نے اس اہم فریضہ پر بار بار زور دیا ہے۔[۲]

۳ - **عُشر** - مسلمانوں کی زمینوں سے جو لگان وصول کیا جاتا ہے وہ عشر کہلاتا ہے۔ عشر کے وجوب کے لئے قرآن عزیز میں نص صریح وارد ہے۔ "آتوا حقہ یوم حصادہ"[۳] (پیداوار) کا حق اس کے کٹ جانے کے وقت ادا کرو۔[۴] آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس زمین کی آبپاشی، بارش، چشموں اور ندیوں سے ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے اور جہاں کنویں کھود کر آبپاشی کی گئی ہو ان زمینوں کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔[۵]

۴ - **خراج** - ذمیوں کی زمین کی پیداوار سے جو لگان وصول کیا جاتا ہے وہ خراج کہلاتا ہے اس کا وجوب بھی قرآن شریف میں واضح طور سے موجود ہے۔

۵ - **جزیہ** - ذمیوں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے عوض جو محصول لیا جاتا ہے جزیہ کہلاتا ہے اس کا حکم قرآن میں موجود ہے۔[۶]

۶ - **فی** - وہ مال جو کفار سے جنگ کئے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئے فی کہلاتا ہے۔[۷] یہ غازیوں اور مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔[۸]

۷ - **خمس** - مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اور "رکاز" دفینہ اور کانوں سے نکلے ہوئے سونے چاندی وغیرہ سے نفع حاصل کرنے سے پہلے اس کا پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے۔ اس کو خمس کہتے ہیں۔ قرآن عزیز میں مال غنیمت کے ذکر میں اس حق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[۹]

۸ - **ضرائب** - ہنگامی حالات میں اگر بیت المال کی آمدنیاں اخراجات پورا کرنے کے ناکافی ہوں تو مال دار لوگوں پر ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے اس کو ضرائب کہا جاتا ہے۔[۱۰] یہ آیت اپنی عمومیت کے ساتھ اس ٹیکس کی دلیل بن سکتی ہے کہ "اور قرابت داروں اور مساکین اور مُسافروں کے جو حقوق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو۔"[۱۱]

۹ - **کرۃ الارض** - بیت المال کی ایک اہم آمدنی زمینیں ہیں۔ امام یا خلیفہ (حکومت) کی جن زمینوں کو سالانہ اُجرت یا لگان مقرر کر کے کاشت کے لئے دیدیتا ہے ان سے وصول شدہ محاصل کا نام (کرۃ الارض) ہے۔[۱۲]

۱۰ - **وقف** - جو اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ ذاتی ملکیت سے نکال کر فی سبیل اللہ دیدی جائیں وہ "وقف" کہلاتی ہیں اور اسلامی خزانہ کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔[۱۳]

۱۱ - مندرجہ بالا ذرائع آمدنی کے علاوہ جو بھی آمدنی بیت المال کی ملکیت قرار دی جائے اس کو اموال فاضلہ کہا جاتا ہے۔[۱۴]

عہد فاروقی میں اسلامی خزانہ کی آمدنی میں ایک نئی مد کا اضافہ ہوا، اور وہ عشور تھا۔ مسلمان جب ایران اور روم میں تجارت کے لئے جاتے تو وہاں ان سے تجارتی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا اسکے

برعکس جو غیر مسلم مملکت اسلامیہ میں تجارت کے لئے آتے ان سے کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس نئے ٹیکس کو نافذ کیا جو نہ صرف غیر مسلموں سے بلکہ ان مسلمانوں اور ذمیوں سے بھی لیا جاتا تھا جو دار الحرب اور دار السلام کے درمیان تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ یہ محصول سال میں صرف ایک مرتبہ لیا جاتا تھا اور اس مال پر واجب ہوتا تھا جو بیس مثقال سے زیادہ ہو وہ مسلمانوں کے مال تجارت میں سے چالیسواں اور ذمی کے اسباب تجارت میں سے بیسواں اور حربی کے مال تجارت میں سے دسواں حصہ لیا جاتا ہے۔ [۱۵]

اسلامی فقہ میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ "بیت المال کی آمدنی کو چار مختلف شعبوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلا شعبہ مال غنیمت خزانوں اور دفینوں کے خمس اور صدقات سے، دوسرا شعبہ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ عشر اور مسلمان تاجروں سے وصول شدہ عشر سے اور تیسرا شعبہ خراج، جزیہ، غیر مسلم تاجروں سے وصول کردہ عشور "فی" کرۃ الارض' اور ضرائب سے اور چوتھا شعبہ اموال فاضلہ سے متعلق ہے۔

پہلے اور دوسرے شعبے کے مصارف کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ انفال اور سورۃ توبہ میں اس کی تفصیل ہے۔ "خمس" (فی اور دفینوں اور خزانوں کے خمس اس میں شامل ہیں) اللہ کے واسطے، رسول کے واسطے اور اس کے قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ہے۔[۱۶] زکوٰۃ وصدقات 'حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور تالیف قلب کے لئے، غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے اور قرضداروں، مجاہدوں اور مسافروں کے لئے'[۱۷] تیسرے شعبے کے مصارف ہر قسم کے وظائف اور شعبہ ہائے حکومت کے نظم و نسق کے اخراجات ہیں اور چوتھے شعبے کے مصارف، رفاہ عامہ، لاوارث بچوں کی پرورش اور دیگر امور خیر ہیں۔ [۱۸]

خلیفہ بوقت ضرورت ایک شعبے سے دوسرے شعبے کے لئے قرض لے سکتا ہے۔ مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن مصارف کے متعلق قرآن اور حدیث نے وضاحت کر دی ہے ان کو اسی طرح بحال رکھتے ہوئے باقی امور میں محاصل و مصارف کا معاملہ خلیفہ اور اس کی مجلس شوریٰ کے صوابدید پر ہے۔ [۱۹]

بیت المال کے تمام ذرائع آمدنی اور ان کے مصارف تقریباً سب ہی آنحضرتؐ کے عہد میں متعین ہو چکے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان پر پوری طرح عمل کیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مالی نظام میں باقاعدگی پیدا کی گئی اس کو ایک علیحدہ شعبہ کی حیثیت دی گئی آمدنی اور خرچ کا حساب کتاب رکھا جانے لگا اور بیت المال قائم کیا گیا۔[۲۰] صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے عطایات اور وظائف مقرر ہوئے، اس مقصد کے لئے مردم شماری کے رجسٹر قبیلوں اور مکانوں کے لحاظ سے مرتب کئے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ مال و اسباب اس قدر بہتات سے حاصل ہو رہا ہے کہ اگر لوگوں کو شمار کر کے ان کی تعداد نہ معلوم کی گئی تاکہ پانے والوں اور نہ پانے والوں کا صحیح حال معلوم

ہوسکے) تو مجھ کو خوف ہے کہ اس معاملہ میں انتشار نہ پیدا ہو جائے۔[21] حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی اس رائے کو سمجھ کر اس پر عمل کیا اور لوگوں کی قبائل وار فہرستیں بنا کر ان کے روزینے مقرر کر دیئے۔[22]

کتاب الاموال میں ہے کہ "جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مال کی بہتات ہو گئی اور اعداد و شمار کے رجسٹر مرتب ہو گئے تو حکومت کے کارکنوں۔ والیوں اور قاضیوں وغیرہ کے مشاہرے مقرر کر دیئے گئے اور مال و دولت جمع کرنے کی ممانعت کر دی گئی اور مسلمانوں کے لئے کاشتکاری اور زمینداری ممنوع قرار دی گئی کیونکہ ان کے اور ان کے اہل وعیال اور ان کے غلاموں اور آزاد کئے ہوئے غلاموں تک کے روزینے بیت المال سے مقرر کر دیئے گئے۔[23] مقصد یہ تھا کہ تمام قوم عسکری بن جائے، اور میدانِ جنگ میں جانے کے لئے چست و چالاک رہے۔ زمینداری و کاشتکاری مانع نہ ہو اور قوم بے محنت کی زندگی گزارنے کے سبب عیش وعشرت میں نہ پڑ جائے۔ ابتدا میں یہ محکمہ فوجی اور غیر فوجی دونوں کے لئے ایک ہی تھا لیکن بعد میں حضرت عمرؓ ہی نے اس کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور علیحدہ رجسٹر بنوائے۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں اس فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فوجی وظائف کا تعلق زیادہ تر "فی" سے تھا اور فقراء اور صاحب حاجات کا زکوٰۃ۔ عشر اور عشور اور دوسرے ہر قسم کے صدقات سے تھا۔[24]

حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکرؓ کے مقرر کردہ نظام کے حدود پر صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے ایک مکمل مالی نظام قائم کیا ان صحابہ کرامؓ میں حضرت عثمانؓ پیش پیش تھے۔ بیت المال کا قیام اعداد و شمار کے رجسٹروں کی تیاری اور مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کا فیصلہ حضرت عثمانؓ کی رائے کے موافق ہی کیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد اس کو برقرار رکھا، آپ نے حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ ان وظائف کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ ان میں اضافہ بھی کیا۔ طبری میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہوتے ہی لوگوں کے وظائف میں سو درہم کا اضافہ کر دیا۔[25] حضرت عمرؓ ہر بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ مقرر کر دیتے تھے حضرت عثمانؓ نے اسے قائم رکھا۔[26]

محمد بن ہلال کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا اور ان سے میری دادی نے کہا وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جاتی رہتی تھیں کہ جب ہلال پیدا ہوئے تو ان کی ماں کئی دن تک حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں، حضرت عثمانؓ نے ان کی غیر حاضری کی وجہ دریافت کی، لوگوں نے بتایا کہ ہلال پیدا ہوئے ہیں۔ بچے کی ماں خود کہتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے میرے پاس پچاس درہم اور شقیقہ سفلانیہ بھجوایا اور فرمایا کہ یہ تمہارے بچہ کی تنخواہ ہے جب وہ ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس کی تنخواہ سو درہم کر دیں گے۔[27] حضرت عمرؓ نے مجاہدین کے اہل وعیال کے لئے دس دس درہم مقرر کئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے نہ صرف یہ کہ اسے قائم رکھا بلکہ اسے بطور میراث بھی جاری کر دیا۔[28] مقررہ وظائف کے علاوہ دیگر اشیائے ضرورت بھی لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ تاریخ کبیر میں ہے کہ "عہد عثمانی میں لوگوں میں روزانہ نقدی اور کھانے پینے کا سامان تقسیم کیا جاتا تھا۔[29] الاستیعاب میں ہے کہ انہوں نے اپنے عہد میں کپڑے، گھی اور شہد تقسیم کرنے کے دن مقرر کر رکھے تھے۔[30] اس کے علاوہ ضرورت مندوں کی بیت المال سے مدد کی جاتی تھی۔ ابن کثیر کی روایت

ہے کہ ایک بچہ مسجد نبویؐ میں آیا اس کا بوسیدہ لباس دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے اس کو لباس اور ایک ہزار درہم نقد ادا کیے۔[۳۱] اسی طرح خیار ہندی کا بڑھاپا اور اہل وعیال کی کثرت دیکھ کر ان کا اور ان کے بچوں کا جداگانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔[۳۲]

رمضان میں ہر شخص کے لئے ایک درہم اور امہات المؤمنینؓ کے لئے ۲ درہم یومیہ مزید وظیفہ مقرر کیا، اعتکاف میں بیٹھنے والوں کے لئے اور فقراء و مساکین اور مسافروں کے لئے مسجد نبویؐ میں دسترخوان بچھایا جاتا تھا اور وہ اس سے فیضیاب ہوتے تھے۔[۳۳] سیوطی کا بیان ہے کہ جب کثرت سے ممالک فتح ہوئے تو حضرت عثمانؓ کے پاس اس قدر کثیر مال آیا کہ حضرت عثمانؓ نے اس کو رکھنے کے لئے خزانے تعمیر کرائے اور مستحق لوگوں کو زیادہ وظائف دیئے۔ آپ نے ہر آدمی کو ایک لاکھ تھیلیاں دینے کا حکم دیا، ہر تھیلی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھے۔[۳۴]

البلاذری کہتے ہیں کہ ہم سے عمرو الناقد نے اور ان سے احمد بن یونس نے اور ان سے زہیر بن معاویہ نے اور ان سے ابو اسحٰق نے کہا کہ میرے دادا حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ بڑے میاں! تمہارے کتنے بال بچے ہیں؟ انہوں نے تعداد بتائی، بولے ہم تمہارے لئے اور تمہارے اہل وعیال کے لئے سو سو درہم مقرر کرتے ہیں۔[۳۵]

حضرت عمرؓ نے اہل العوالی کے وظائف جاری کئے، حضرت عثمانؓ نے ان وظائف میں اضافہ کیا اور لباس کے لئے بھی کچھ مقرر کر دیا۔[۳۶]

ادارۃ القرآن کراچی کی چند علمی مطبوعات

محمد تقی عثمانی

سلطان محمد فاتح کے شہر میں

(قسط ۲)

آیا صوفیا سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں قسطنطنیہ کے فتح ہونے تک عیسائیوں کا دوسرا بڑا مذہبی مرکز بنا رہا ہے۔ تقریباً پانچویں صدی عیسوی سے عیسائی دنیا دو بڑی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی تھی، ایک سلطنت مشرق میں تھی جس کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا، اور اس میں بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، شام، مصر اور حبشہ وغیرہ کے علاقے شامل تھے، اور وہاں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا بطریک (PATRIARCH) کہلاتا تھا، اور دوسری سلطنت مغرب میں تھی جس کا مرکز روم (اٹلی) تھا۔ یورپ کا بیشتر علاقہ اسی کے زیرنگیں تھا، اور یہاں کا مذہبی پیشوا پوپ یا پاپا کہلاتا تھا۔ ان دونوں سلطنتوں میں ہمیشہ سیاسی اختلافات کے علاوہ مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات جاری رہے، مغربی سلطنت جس کا مرکز روم تھا، رومن کیتھولک فرقے کی تھی، اور ان کا کلیسا رومن کیتھولک چرچ کہلاتا تھا، اور مشرقی سلطنت کے کلیسا کو "دی ہولی آرتھوڈوکس چرچ" کہا جاتا تھا۔ "آیا صوفیا" کا یہ کلیسا آرتھوڈوکس چرچ کا عالمی مرکز تھا، اور اس چرچ کا سربراہ جو بطریک یا "پیٹریارک" کہلاتا تھا، یہیں پر مقیم تھا۔ لہٰذا آدھی عیسائی دنیا اس کلیسا کو اپنی مقدس ترین عبادت گاہ سمجھا کرتی تھی۔

روم اور قسطنطنیہ کے ان دونوں کلیساؤں میں "آیا صوفیا" اس لحاظ سے روم کے کلیسا پر فائق تھا کہ یہ روم کے کلیسا کے مقابلے میں زیادہ قدیم تھا۔ اس کی بنیاد تیسری صدی عیسوی میں اُسی رومی بادشاہ قسطنطین نے ڈالی تھی جو روم کا پہلا عیسائی بادشاہ تھا، اور جس کے نام پر اس شہر کا نام بیزنطیہ سے قسطنطنیہ رکھا گیا۔

قسطنطین نے اس جگہ ۳۶۰ء میں ایک لکڑی کا بنا ہوا کلیسا تعمیر کیا تھا۔ چھٹی صدی میں یہ کلیسا جل گیا تو اسی جگہ قیصر جسٹینین نے ۵۳۲ء میں اسے پختہ تعمیر کرنا شروع کیا، اور اس کی تعمیر پانچ سال دس مہینے میں مکمل ہوئی۔ دس ہزار معمار اس کی تعمیر میں مصروف رہے، اور اس پر دس لاکھ پونڈ خرچ آیا۔ اس کی تعمیر میں قیصر نے دُنیا کے متنوع سنگِ مرمر استعمال کئے، چنانچہ فریجیا کا سفید، لکونیا کا سبز، لیبیا کا نیلا، سلٹک کا سیاہ اور باسفورس کا سیاہ دھاری والا سنگِ مرمر، مصر کا سنگ ستارہ اور سنگ سماق منگوا کر اس میں استعمال کیا۔ تعمیر میں دُنیا کے خاص مسالے استعمال کئے گئے۔ دُنیا بھر کلیساؤں نے اس کی تعمیر میں بہت سے نوادر نذرانے کے طور پر پیش کئے، اور روایت ہے کہ جب جسٹینین اس کی تکمیل کے بعد پہلی بار اس میں داخل ہوا تو اس نے کہا کہ: "سلیمان! میں تم پر سبقت لے گیا۔"[1]

تقریباً ایک ہزار سال تک یہ عمارت کلیسا کے طور پر ہی نہیں، بلکہ پورے عالمِ عیسائیت کے مذہبی اور رُوحانی مرکز کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ عیسائیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ کلیسا کبھی عیسائیوں کے قبضے سے نہیں نکلے گا، اور اس کے ساتھ عیسائیوں کی جذباتی وابستگی کا عالم یہ ہے کہ اس کو ان کے قبضے سے نکلے ہوئے اب صدیاں گذر گئی ہیں، لیکن "آرتھوڈکس چرچ" کا سربراہ اب تک اپنے نام کے ساتھ "سربراہِ کلیسائے قسطنطنیہ" (The Head of the church of the constantinople) لکھتا آیا ہے۔

جب سلطان محمد فاتح کی فوجیں قسطنطنیہ میں داخل ہونے لگیں، اور فوجی اعتبار سے بازنطینیوں کو شکست ہوگئی تو شہر کے مذہبی رہنماؤں اور راسخ العقیدہ عیسائیوں نے اسی

---

[1] حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کیا تھا۔ اس گستاخانہ جملے میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے، گویا آیا صوفیا اپنی شان میں (معاذ اللہ) بیت المقدس سے بھی بازی لے گیا۔

کلیسا میں اس خیال سے پناہ لے لی تھی کہ کم از کم اس عمارت پر دشمن قبضہ نہیں جما سکتا، مشہور انگریز مورخ ایڈورڈ گبن اس منظر کی نقشہ کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"گرجا کی تمام زمینی اور بالائی گیلریاں باپوں، شوہروں، عورتوں، بچوں، پادریوں، راہبوں اور کنواری ننوں کی بھیڑ سے بھر گئی تھیں، کلیسا کے دروازوں کے اندر اتنا ہجوم تھا کہ ان میں داخلہ ممکن نہ رہا تھا۔ یہ سب لوگ اُس "مقدس گنبد" کے سائے میں تحفظ تلاش کر رہے تھے جسے وہ زمانہ دراز سے ایک ملأ اعلیٰ کی لاہوتی عمارت سمجھتے آئے تھے، اُن کے اس اعتقاد کی بنیاد ایک جوشیلے یا افترا پرداز عیسائی کے ایک الہام پر تھی جس نے یہ بشارت دی تھی کہ ایک دن تُرک قوم کے لوگ قسطنطنیہ میں داخل ہو جائینگے، اور رومیوں کا تعاقب کرتے کرتے سینٹ صوفیا کے گرجا کے سامنے اُس ستون تک پہنچ جائیں گے جو شاہ قسطنطین کے نام سے منسوب ہے، لیکن بس یہی ان کے مصائب کا نقطۂ آغاز ہوگا، کیونکہ اس موقع پر آسمان سے ایک فرشتہ ہاتھ میں تلوار لئے نازل ہوگا، اور اس آسمانی ہتھیار کے ذریعے سلطنت ایک ایسے غریب آدمی کے حوالے کردیگا جو اُس وقت اس ستون کے پاس بیٹھا ہوگا، فرشتہ اس شخص سے کہے گا: "یہ تلوار پکڑو، اور اس سے اللہ والوں کا انتقام لو" بس اس حیات آفریں جملے کو سُنتے ہی تُرک فوراً بھاگ کھڑے ہونگے، اور رومی فتحیاب ہو کر تُرکوں کو مغرب اور اناطولیہ سے ایران کی سرحدوں تک بھگا دینگے"۔ [۱]

لیکن تُرک اُس ستون سے بھی آگے بڑھ کر سینٹ صوفیا کے دروازے تک پہنچ گئے، نہ کوئی فرشتہ آسمان سے نازل ہوا، اور نہ رُومیوں کی شکست فتح میں تبدیل ہوئی۔ کلیسا میں جمع عیسائیوں کا ہجوم آخر وقت تک کسی غیبی امداد کا منتظر رہا، یہاں تک کہ اس کلیسا کے بارے میں یہ طلسماتی یا اعتقادی توہمات سُلطان محمد فاتح کے ہاتھوں ہمیشہ کیلئے خاک میں مل گئے۔

فتح کے دن فجر کے بعد سلطان محمد فاتح نے یہ اعلان کیا تھا کہ "انشاء اللہ ہم ظہر کی نماز آیا صوفیا میں ادا کرینگے"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس اعلان کی لاج رکھی، اور اس سرزمین پر پہلی نماز ظہر اسی عمارت میں ادا کی گئی، اور اس کے بعد پہلا جمعہ بھی یہیں پڑھا گیا۔

---

[۱] The Decline and Fall of the Roman Empire (abridged ed.) P.696, 697

سُلطان محمد فاتح نے اس کلیسا کو مسجد بنا دیا تھا۔[۱] اس کی دیواروں سے تصویریں مٹا دی گئی تھیں، اور محراب قبلہ رُخ کردی گئی تھی، سُلطان نے اس کے میناروں میں بھی اضافہ کردیا تھا، اس کے بعد یہ مسجد "جامع ایا صوفیا" کے نام سے مشہور ہوگئی تھی، اور اس میں تقریباً پانچ سو سال تک پنجوقتہ جماعت ہوتی رہی۔ لیکن خلافت کے خاتمے کے بعد جب مصطفیٰ کمال پاشا کا زمانہ آیا تو اس نے اس مسجد میں نماز بند کر کے اُسے ایک میوزیم (عجائب گھر) بنا دیا۔ اور یہ بھی استنبول کے کمالی دَور کا ایک المیہ ہے کہ آج تک یہ مسجد ایک میوزیم بنی ہوئی ہے جہاں ہر وقت غیر ملکی سیاح گھومتے رہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایا صوفیا کے سامنے ایک خوبصورت چمن ہے، ہم اس سے گذر کر اس کے مرکزی دروازے پر پہنچے، دروازے کے دونوں طرف وہ پتھر نصب ہیں جہاں پہرہ دار کھڑے ہوتے تھے۔ صدیوں تک ہمہ وقت دو مسلح افراد کے کھڑے ہونے سے ان پتھروں کے بیچ میں گڑھے پڑ گئے تھے۔

اندر داخل ہوئے تو ایک وسیع و عریض ہال نظر آیا جو تقریباً مربع شکل کا ہے، اس کی وسعت غلام گردش اور محراب کو چھوڑ کر جنوباً شمالاً ۲۳۵ فیٹ ہے۔ بیچ کے گنبد کا قطر ۱۰۷ فیٹ اور چھت کی اونچائی ۱۸۵ فیٹ ہے۔ پوری عمارت میں ۱۰۷ ستون ہیں۔ چاروں کونوں پر مسلمانوں نے چھ ڈھالوں پر اللہ، محمد، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نہایت خوشخط لکھ کر لگایا ہوا ہے۔ مسجدوں میں ان اسماء گرامی کی تختیاں آویزاں کرنے کا طریقہ ترکی کی بیشتر مساجد میں نظر آتا ہے۔

اس عمارت میں داخل ہو کر یہ تأثر دل و دماغ پر محیط رہا کہ اس خاک پر نہ جانے کتنے مُسلمان صدیوں تک اپنے مالک کو سجدے کرتے رہے ہیں ؎

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں

کمال اتاترک نے اپنے مزعومہ "اصلاحی اقدامات" کے ذریعے اس مسجد کو نہ صرف محض ایک سیرگاہ بنا کر چھوڑا، بلکہ یہاں نماز پڑھنا قانوناً ممنوع کردیا۔ اگرچہ اتاترک کے وقت سے یہاں سیاحوں

---

[۱] قسطنطنیہ چونکہ سلطان کی طرف سے صلح کی پیشکش کے باوجود بزورِ شمشیر فتح ہوا تھا، اس لئے مسلمان ان کلیساؤں کو باقی رکھنے کے پابند نہ تھے، خاص طور سے آیا صوفیا کے ساتھ جو باطل مذہبی توہمات وابستہ تھے انہیں ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے بھی سُلطان نے یہ اقدام کیا ہوگا۔

کو انفرادی نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں تھی، لیکن اب یہ پابندی رفتہ رفتہ ڈھیلی ہو رہی ہے، چنانچہ ہم نے عصر کی نماز یہیں پر ادا کی، اور ہمیں کسی نے کچھ نہیں کہا۔

آیا صوفیا سے باہر نکل کر ہم واپس ہوٹل لوٹ آئے۔

آبنائے باسفورس اور طرابیہ

اگلی صبح نماز فجر کے بعد میں ہوٹل سے اُتر کر آبنائے باسفورس کے کنارے چہل قدمی کیلئے نکل گیا، یہ انتہائی دلفریب منظر تھا۔ آبنائے باسفورس کا نام بچپن سے سنتے آئے تھے، اُس کی تاریخی اور جغرافیائی اہمیت بھی کتابوں میں پڑھی تھی، اور تصور میں اُس کا جو نقشہ تھا، حقیقت میں اُس سے کہیں حسین پایا۔ یہ آبنائے شمالاً جنوباً بحرِ اسود اور بحیرۂ مرمر کو ملاتی ہے، اور شرقاً غرباً یورپ اور ایشیا کے دو براعظموں کے درمیان حدِ فاصل کا کام کرتی ہے۔ دو سرسبز ساحلوں کے درمیان نیلگوں سمندر کی یہ دلکش لکیر ۱۸ میل لمبی ہے، اور اس کی سب سے زیادہ چوڑائی اس کے شمالی دہانے پر ہے۔ جہاں اس کا پاٹ پونے تین میل ہے، اور سب سے کم چوڑائی روسیلی حصار کے سامنے ہے، جہاں اس کا پاٹ گھٹ کر ۸۰۰ گز رہ گیا ہے۔ اس کی گہرائی مختلف جگہوں پر ۴۰ سے لیکر ۱۳۲ گز تک ہے۔

شروع میں باسفورس کے ایشیائی ساحل کے پار علاقہ جو "اناطولیہ" کہلاتا تھا، قسطنطنیہ سے بالکل الگ تھا، لیکن اب شہر استنبول بڑھتے بڑھتے ایشیائی ساحل پر دُور تک پھیل گیا ہے، اور یہ حصہ "اسکودار" کہلاتا ہے، اور اس طرح استنبول وہ واحد شہر ہے جو آدھا یورپ اور آدھا ایشیا میں واقع ہے، شہر کے دونوں حصوں کو ایک انتہائی پُرشکوہ اور حسین پُل کے ذریعے ملا دیا گیا ہے جس کا تذکرہ میں انشاء اللہ آگے کروں گا۔

یہ چونکہ دُنیا کی اہم ترین بحری گذرگاہ ہے، اس لئے یہاں تھوڑے تھوڑے وقفے سے چھوٹے بڑے جہاز گذرتے رہتے ہیں۔ میں باسفورس کے یورپی ساحل پر تھا، سامنے باسفورس کی موجیں شمال سے جنوب کی طرف محوِ خرام تھیں، جن کے یہاں چھوٹی کشتیاں اور درمیانے حجم کے جہاز رواں دواں تھے، اور ان سب کے پیچھے ایشیائی ساحل پر سرسبز پوش پہاڑیاں اور اُن پر بنی ہوئی خوبصورت عمارتیں نظر آرہی تھیں۔

اس چھوٹی سی آبی گذرگاہ نے تاریخ کے کیسے کیسے انقلابات دیکھے ہیں، تصور میں سامنے کے ایشیائی ساحل پر کسریٰ کی وہ عظیم فوج خیمہ زن نظر آئی جس نے قیصرِ روم کو مسلسل شکستیں دیکر قسطنطنیہ میں محصور کر دیا تھا، لیکن پھر اچانک قرآنِ کریم کی وہ حیرت انگیز پیشنگوئی

پوری ہوئی کہ "رومی عنقریب اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب آجائیں گے" اور کسریٰ کی فوجوں کو یہاں سے بھاگنا پڑا۔ کبھی باسفورس کے پار ترک مجاہدین کے گھوڑے دوڑتے دکھائی دیئے، کبھی سلطان محمد فاتح کی ترکتازیاں نگاہوں کے سامنے آئیں، کبھی باسفورس کے پانی میں عثمانی بحری بیڑہ حرکت کرتا نظر آیا، کبھی یہاں آگ اور دھویں کے بادل اٹھتے محسوس ہوئے، غرض تصورات کی رَو تھی جو یہاں چلتے ہوئے باسفورس کے ساتھ ساتھ بہتی رہی، یہاں تک کہ وہ خلیج طرابیہ جس کے کنارے میرا ہوٹل واقع تھا، اُس کا موڑ آگیا۔

یہ خلیج طرابیہ عثمانی عہد سے بیرونِ ملک کے سُفراء کی آبادی تھی، اور یہاں غیر ملکی سفارت خانے ہوا کرتے تھے، لیکن آج یہ استنبول کا ایک مضافاتی محلہ ہے جس میں زیادہ تر ہوٹل، ریستوران اور چھوٹے چھوٹے تفریحی مقامات بنے ہوئے ہیں، خلیج میں بہت سی چھوٹی چھوٹی کشتیاں پڑی رہتی ہیں جو باسفورس عبور کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔

(جاری)

محمد مجاہد فیصل آبادی
درجہ تخصص دارالعلوم کراچی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

خطبہ حجۃ الوداع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ اپنی جامعیت اور افادیت کے اعتبار سے اسلام کا ایک بہت بڑا منشور ہے۔ یہ خطبہ ان جوامع الکلم میں سے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور معجزہ عطا فرمائے گئے تھے اس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات بڑی جامعیت سے بیان فرمادی گئی ہیں ——— اس خطبہ کو زیر نظر مضمون میں مختلف کتابوں کو سامنے رکھ کر یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ونتوب الیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے استغفار کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے برے اعمال سے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیں اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا

وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر۔ لا إلٰہ إلا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ أنجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الأحزاب وحدہٗ[1]

اور جس کو وہ بے راہ کر دیں۔ اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ــــ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہیں ان کا کوئی شریک نہیں۔ انہی کی بادشاہی اور ان ہی کے لئے حمد ہے وہ زندگی اور موت دیتے ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلے ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمائی اور اکیلے نے (کفار کے) تمام لشکر کو بھگا دیا۔

اوصیکم عباد اللہ! بتقوی اللہ و أحثکم علی طاعۃ اللہ و استفتح بالذی ھو خیر[2]۔

اے خدا کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طاعت کی ترغیب دیتا ہوں۔ اور اس ذات سے مدد مانگتا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

اما بعد!

أیھا الناس! اسمعوا قولی، فإنی لا أدری وإیاکم أن نجتمع فی ھذا المجلس ولا أحج بعد عامی ھذا[3]

اے لوگو! میری بات (غور سے) سنو۔ اسلئے کہ شاید میں اور آپ آئندہ اس مجلس میں جمع نہ ہوں اور میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔

أیھا الناس! إن اللہ یقول: (یا أیھا الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند اللہ أتقاکم) فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا لأسود علی أحمر ولا لأحمر علی أسود إلا بالتقوی[4]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں خاندان اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان حاصل کر سکو۔ بیشک اللہ کی نظر میں تم میں سے زیادہ پسندیدہ، تم سے زیادہ متقی ہے۔ پس (سمجھ لو) کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر۔ اور نہ سیاہ فام کو سرخ پر اور نہ سرخ کو سیاہ فام پر۔ ہاں! (اگر کسی کو

---

[1] سنن ابن ماجہ ص۲۲۱، جمہرۃ خطب العرب ص۱۵۶ ج۱ [2] جمہرۃ ص۱۵۶ ج۱۔

[3] مجمع الزوائد ص۲۶۹ ج۲ والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام ص۲۲۱ ج۴۔

[4] مجمع الزوائد ص۲۷۲ ج۲۔

كلكم لآدم وآدم من تراب [1]
وإن ماثر الجاهلية موضوعة غير
السدانة والسقاية [2]

فضیلت ہے تو) تقویٰ کی وجہ سے ہے۔
تمام انسان آدم سے پیدا ہوئے - اور آدم مٹی
سے اور جاہلیت کی تمام اجارہ داریاں ختم کر دی
گئی ہیں - سوائے بیت اللہ کی حفاظت کے اور
حاجیوں کو پانی پلانے کے۔

يا معشر قريش! لا تجيئوا بالدنيا
تحملونها على رقابكم ويجيئ الناس
بالآخرة فلا أغني عنكم من الله
من شيئ [3]

اے قریش کی جماعت! ایسا نہ ہو کہ (قیامت
کے دن) تم دنیا کو اپنی گردن پر اٹھائے لاؤ -
اور لوگ آخرت کے اعمال لے کر آئیں (اگر
ایسا ہوا تو) میں اللہ سے تمہیں کسی چیز سے نہیں
بچا سکتا۔

معشر قريش! إن الله قد أذهب
عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها
بالآباء [4]

قریش کے گروہ! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے
جاہلیت کے تکبر کو اور جاہلیت کے آباء و اجداد
کے ساتھ تعظیم کو ختم کر دیا ہے۔

ألا كل شيئ من أمر الجاهلية تحت قدمي
موضوع ودماء الجاهلية موضوعة
وأن أول دم أضع من دمائنا دم ابن
ربيعة بن الحارث وكان مسترضعا
في بني سعد [5]

دیکھو! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے روندی
گئی ہے اور جاہلیت کے قتل معاف ہیں اور سب سے
پہلے اپنے ہی ایک قتل یعنی ابن ربیعہ کے قتل کو
کو میں معاف کرتا ہوں اور وہ بنی سعد میں رضیع تھا۔

وربا الجاهلية موضوع وأول ربا
أضع ربانا، ربا عباس بن عبد
المطلب فإنه موضوع كله [6]

اور جاہلیت کے سود چھوڑ دئیے گئے ہیں اور سب سے
پہلے میں اپنے ہی ایک جاہلیت کے سود یعنی عباس
کے سود کو چھوڑتا ہوں۔

أيها الناس! إن دمائكم وأموالكم
وأعراضكم عليكم حرام إلى أن تلقوا
ربكم كحرمة يومكم هذا وكحرمة شهركم
هذا وإنكم ستلقون ربكم فيسألكم
عن أعمالكم [7]

اے لوگو! بیشک تمہاری جانیں، مال اور عزتیں قیامت تک ایسے
ہی حرام ہیں - جیسے یہ عرفہ کا دن اور ذوالحجہ کا
مہینہ اور بیشک تم اپنے پروردگار سے ملو گے
تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال
کریں گے۔

---

[1] جمہرہ ص ۱۵۷ ج ۱ - [2] جمہرہ ص ۱۵۶ ج ۱ [3] مجمع الزوائد ص ۲۷۲ ج ۳ - [4] یہ جملہ "معشر قریش" احقر کو خطبہ حجۃ الوداع میں نہیں ملا - بعض رسائل سے نقل کیا جا رہا ہے - جمہرہ ص ۱۵۲ ج ۱ میں خطبہ فتح مکہ میں نقل کیا گیا ہے - [5] مشکاۃ ص ۲۲۵ و مجمع الزوائد ص ۲۶۶ ج ۳ - [6] ایضاً [7] ابن ہشام ص ۲۳۲ ج ۲ الدرر لابن عبد البر ص ۳۲۳، مجمع الزوائد ص ۲۶۵ ج ۳ -

والمومن حرام على المومن كحرمة هذا اليوم۔ لحمه عليه حرام أن يأكله بالغيبة يغتابه وعرضه عليه حرام أن يظلمه ووجهه عليه حرام أن يلطمه واذاه عليه حرام ان يؤذيه وعليه حرام أن يدفعه دفعا يتعتعه لے

مسلمان دوسرے مسلمان پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس عرفہ کے بابرکت دن کی حرمت اس کا گوشت غیبت کرکے کھانا حرام ہے اس کی عزت پر حملہ کرکے ظلم کرنا حرام ہے۔ اس کے چہرہ پر تھپڑ مارنا حرام ہے اور اس کو ایذا دینا حرام ہے اور یہ بھی حرام ہے کہ دھتکار کر اس کو دھکا دے۔

وسأخبركم من المسلم، المسلم من سلم الناس من لسانه ويده والمومن من أمنه الناس والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب لے

اور میں تمہیں بتاؤں کہ مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ اصل مومن وہ ہے جس سے لوگ مطمئن رہیں۔ درحقیقت مہاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔

أيها الناس! إن لكم على نسائكم حقا ولهن عليكم حقا لكم عليهن ألا يوطئن فرشكم احدا تكرهونه وعليهن أن لا يأتين بفاحشة مبينة فإن فعلن فان الله قد أذن لكم أن تهجروهن في المضاجع وأن تضربوا ضربا غير مبرح فإن انتهين فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔

اے لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حق ہیں اور کچھ ان کے تمہارے اوپر حق ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ جس آدمی کا گھر میں آنا اور تمہاری جگہ اور بستر پر بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو تو وہ اس کا موقع نہ دیں۔ اور ان پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کے کام نہ کریں۔ اگر بیویاں ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو بستروں پر اکیلا چھوڑ دو اور ان کو کوئی خفیف سی سزا دو۔ پھر اگر وہ رُک جائیں تو قاعدے کے مطابق وہ نان ونفقہ اور کپڑے کی مستحق ہیں۔

ألا لا يحل لامرأة ان تعطي من مال زوجها شيئا إلا باذنه

سن لو! کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے مال سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر دے۔

واستوصوا بالنساء خيرا فإنهن

تم عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت سن لو!

لے مجمع الزوائد ص ۲۷۲ ج ۳ ۔ لے مجمع الزوائد ص ۲۶۸ ج ۳

عوانٍ لکم لا یملکن لانفسھن شیئاً ۔ واتقوا اللہ فی النساء فانکم أخذتموھنّ بأمان اللہ واستحللتم فروجھنّ بکلمات اللہ [1]

اسلئے کہ وہ تمہاری پابند ہیں ۔ خود اپنے لئے کچھ نہیں کرسکتیں اور اللہ سے ڈرو عورتوں کے بارے میں اس لئے کہ تم نے اللہ کی امانت کے طور پر انہیں لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی وجہ سے ہی وہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں ۔

ایھا الناس ! إن اللہ عزوجل قد اعطیٰ کلّ ذی حقٍ حقہ فلا وصیۃ لوارث [2]

لوگو ! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حصہ (میراث میں سے) مقرر کردیا ہے ۔ اس لئے وارث کے لئے کوئی وصیت معتبر نہیں ۔

الولد للفراش وللعاھر الحجر [3]

بچہ اس کی طرف منسوب ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہو اور حرام کار کی سزا سنگ ہے ۔

من ادعیٰ إلیٰ غیر أبیہ أو انتمیٰ إلیٰ غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس أجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا [4]

جو اپنے آباء واجداد کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو کر اپنا نسب بدلے یا کوئی غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت ظاہر کرے تو اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو ۔ اللہ تعالیٰ اس سے نہ فرض قبول فرمائیں گے اور نہ نفل ۔

العاریۃ مؤدّاۃ

عاریت کے طور پر لی ہوئی چیز واپس کی جائے

والمنحۃ مردودۃ

استعمال کیلئے لی ہوئی چیز واپس کی جائے ۔

والدین مقضی ۔

قرض ادا کیا جائے ۔

والزعیم غارم [5]

ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے ۔

ألا لا یجنی جانٍ إلّا علیٰ نفسہ ، ألا لا یجنی جانٍ علیٰ ولدہ ولا مولود علیٰ والدہ [6]

دیکھو ! مجرم کا جرم اس کے علاوہ کسی اور پر عائد نہیں ہوگا ۔ نہ باپ کا جرم اس کے بیٹے پر عائد ہوگا اور نہ بیٹے کا باپ پر ۔

ایھا الناس ! اسمعوا قولی ، واعقلوہ إن کل مسلم أخو المسلم وإن المسلمین اخوۃ ولا یحل لامرئٍ من اخیہ إلا ما أعطاہ عن طیب نفس منہ

لوگو ! میری بات سنو اور اس کو سمجھو ! ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور بیشک تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں ۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کچھ لے سوائے اس کے جو اس

---

[1] بتفاوت یسیر ، مشکاۃ ص ۲۲۵ ، مجمع الزوائد ص ۲۶۶ ج ۳ وص ۲۶۷ ، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ص ۲۳۲ ج ۳
[2] سنن ابن ماجہ ص ۱۹۴ باب الوصایا ۔ سیرت ابن ہشام ص ۲۳۲ ج ۴ ۔ [3] ایضاً [4] سنن ابن ماجہ ص ۱۹۳ جمہرۃ ص ۱۵۷ ج ۱ ، ابن ہشام ص ۲۳۲ ج ۴ [5] سیرت النبی ص ۱۴۸ ج ۲ ۔ پہلے دو جملے سنن ابن ماجہ ص ۱۰۳ پر موجود ہیں ۔ لیکن خطبہ کا ذکر نہیں ۔ [6] سنن ابن ماجہ ص ۱۹۱

فلا تظلمن انفسکم[۱]

کا بھائی برضا و رغبت دے ۔ لہٰذا تم اپنے نفسوں پر زیادتی نہ کرو ۔

أرقائکم، أرقائکم! أطعموهم مما تأکلون، واکسوهم مما تلبسون ۔

وان جاؤوا بذنب لا تریدون أن تغفروه ۔

فبیعوا عباد الله! ولا تعذبوهم[۲]

اپنے غلاموں کا خاص خیال رکھو ۔ اپنے غلاموں کا خاص خیال رکھو ۔ جو خود کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ اور اگر وہ غلام ایسا جرم کرلیں جس کو تم معاف نہ کرنا چاہو تو اے اللہ کے بندو ان کو بیچ دو ۔ اور ان کو سزا مت دو ۔

ألا فلا ترجعوا بعدی کفارًا یضرب بعضکم رقاب بعض[۳]

دیکھو! تم میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کا گلانہ کاٹنے لگ جانا ۔

فمن کانت عنده أمانة فلیؤدها إلی من ائتمنه علیها[۴]

کسی شخص کے پاس امانت ہو تو وہ اس شخص کو ادا کردے جس نے وہ امانت رکھی ہے ۔

إن أمر علیکم عبد مجدع، اسود یقودکم بکتاب الله فاسمعوا له وأطیعوا ۔[۵]

اگر تم پر نکٹا کالا غلام بھی امیر بنادیا جائے جو کتاب اللہ کے ساتھ تمہاری قیادت کرے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو ۔

أیها الناس! إنه لا نبی بعدی ولا أمة بعدکم[۶]

اے لوگو! تحقیق بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی دوسری امت نہیں ۔

ألا کل نبی قد مضت دعوته إلا دعوتی فإنی قد ادخرتها عند ربی الی یوم القیامة[۷]

دیکھو! ہر نبی کی دعوت ختم ہوچکی ۔ سوائے میری دعوت کے ۔ اسلئے کہ میں نے اپنی دعوت کو محفوظ کروالیا ہے اپنے رب کے ہاں قیامت تک ۔

اما بعد فان الأنبیاء مکاثرون فلا تخزونی فإنی جالس لکم علی باب الحوض[۸]

اما بعد! بیشک انبیاء (امتوں کی کثرت کیوجہ سے) ایک دوسرے پر فخر کریں گے ۔ لہٰذا تم مجھے رسوا نہ کرنا ۔ اس لئے کہ میں تمہارے لئے حوض کے دروازے پر بیٹھا ہوں گا ۔

فاعقلوا أیها الناس قولی! فإنی قد

لوگو، میری بات سمجھو! بیشک میں تم میں ایک

---

[۱] السیرة النبویة لابن ہشام ص۲۳۱ ج ۴ ۔ [۲] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ص۱۸۵ ج ۲ ۔ جزء ۲ مطبوعہ بیروت ۔
[۳] مجمع الزوائد ص۲۷۰ ج ۳ [۴] مجمع الزوائد ص۲۶۶ ج ۳ ابن ہشام ص۲۳۱ ج ۴ ، جمہرہ ص۱۵۶ ج ۱ [۵] صحیح مسلم ص۱۲۵ ج ۲
[۶] مجمع الزوائد ص۲۷۲ ج ۳ ۔ [۷] [۸] مجمع الزوائد ص۲۷۱ ج ۳ ۔

تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ابدًا ان اعتصمتم به، كتاب الله [1]

چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس پر مضبوطی سے عمل کرو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔

إياكم والغلو في الدين فإنما هلك من قبلكم بالغلو في الدين [2]

تم دین میں غلو سے بچو۔ اسلئے کہ پہلی امتیں دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔

وأن الشيطن قد يئس أن يعبد في أرضكم هذه أبداً۔ ولكن ستكون له طاعة فيما تحقرون من أعمالكم فيرضىٰ به۔
فاحذروه على دينكم [3]

اور بے شک شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا کہ اس سرزمین میں اس کی پرستش کیجائے (یعنی شرک سے) لیکن جن اعمال کو تم چھوٹا سمجھتے ہو ان میں اس کی تعمیل ہوگی۔ اور وہ اسی پر راضی ہو جائے گا۔ اسلئے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرو۔

فاعبدوا ربكم وصلوا خمسكم وصوموا شهركم واطيعوا ولاة أمركم۔ ثم ادخلوا جنة ربكم [4]

(صرف) اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرو۔ اور پانچوں وقت کی اپنی نمازیں ادا کرو۔ اور اپنے ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور اپنے حکمرانوں کی بات مانو۔ پھر تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

أيها الناس! إنما النسيء زيادة في الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاماً ويحرمونه عاماً ليواطئوا عدة ما حرم الله فيحلوا ما حرم الله ويحرموا ما أحل الله۔

لوگو! مہینوں کو آگے ہٹا دینا کفر میں ترقی ہے جس سے کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینہ کو کسی سال حلال کرتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی صرف گنتی پوری کر لیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال سمجھتے ہیں اور اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام سمجھتے ہیں۔

وإن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق السموات والارض وإن عدة الشهور عند الله اثنى عشر شهراً منها اربعة حرم۔ ثلاثة متوالية و رجب مضر الذي بين جمادىٰ

اور بیشک زمانہ پھر پھرا کر اپنی اس ہیئت پر آ گیا ہے جو آسمان و زمین کی پیدائش کے دن تھی۔ اور بیشک مہینوں کا شمار اللہ کے ہاں بارہ ہے ان میں خاص چار مہینے ادب کے ہیں۔ تین متواتر۔ (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) اور مضر قبیلہ والا رجب

---

[1] مجمع الزوائد ص۲۶۶ ج ۳ و مثلہ مشکوٰۃ ص۲۲۵ [2] ابن سعد ص۱۸۱ ج ۲ جزو ۶۔
[3] ابن ہشام ص۲۳۱ ج ۴ و دیگر کتب حدیث و تاریخ۔
[4] مجمع الزوائد ص۲۶۴ ج ۳۔

وشعبان [۱]

جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

ألا فليبلّغ الشاهد الغائب. فربّ مبلّغ أوعىٰ من سامع رحم الله امرأ سمع مقالتي فوعاها فربّ حامل فقه لا فقه له وربّ حامل إلىٰ من هو أفقه منه [۲]

دیکھو! حاضرین (ان باتوں کو) بعد والوں تک پہنچا دیں۔ اسلئے کہ بسا اوقات جس کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ زیادہ حافظہ والا ہوتا ہے، خود سننے والے سے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائیں جس نے میری باتوں کو سنا اور ان کو یاد رکھا (اور آگے پہنچایا) اسلئے کہ بہت سے لوگ سرچشمۂ فقہ یعنی احادیث کے حامل ہوتے ہیں، لیکن خود فقیہ نہیں ہوتے اور کچھ خود بھی فقیہ ہوتے ہیں لیکن جس کو پہنچاتے ہیں وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

وأنتم تسئلون عني ماذا أنتم قائلون. قالوا نشهد أنك أديت الأمانة وبلغت الرسالة ونصحت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم باصبعه السبابة يرفعها إلى السماء وينكتها إلى الناس.

اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائیگا۔ تم کیا کہوگے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے امانت کو ادا کر دیا اور رسالت کو پہنچا دیا اور خیر خواہی فرمائی۔ پھر آپ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اللّٰهم اشهد، اللّٰهم اشهد اللّٰهم اشهد۔ [۳]

اے اللہ! آپ گواہ ہو جائیے، اے اللہ! آپ گواہ ہو جائیے۔ اے اللہ! آپ گواہ ہو جائیے۔

والسلام عليكم ورحمة الله [۴]

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

---

[۱] مجمع الزوائد ص ۲۶۶، ۲۶۸ ج ۳۔ اس حصہ کا مطلب سمجھنے کیلئے اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ عہد قدیم سے انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے تھے اور ان میں سے چار بڑے قابل احترام سمجھے جاتے تھے ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ پہلی شریعتوں میں ان مہینوں میں قتل و قتال ممنوع تھا۔ جاہلیت میں ایک رسم بد یہ بھی تھی کہ چونکہ قتل و قتال ان کا پیشہ بن کر رہ گیا تھا اسلئے اگر کبھی ان چار مہینوں میں سے کسی مہینہ میں جنگ کی ضرورت ہوتے تو کہدیتے کہ اسکے سال یہ مہینہ حرام نہیں۔ آئندہ مہینہ حرام ہوگا اس طرح وہ مہینوں کو آگے پیچھے کرکے حکم الٰہی میں تحریف کرتے تھے اور اگر کبھی زیادہ ضرورت پڑتی۔ مثلاً لڑتے لڑتے دس ماہ گزر گئے تو ایسے موقع پر سال کے مہینوں کی تعداد بڑھا لیتے مثلاً بارہ ماہ کی بجائے اب سال چودہ مہینوں کا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں یہ امتیاز ہی مشکل تھا کہ کونسا مہینہ رمضان یا شوال وغیرہ کا ہے حجۃ الوداع کے موقع پر قدرتی طور پر ایسا نظام بن گیا کہ مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا اور اہل جاہلیت کے لحاظ سے بھی ذوالحجہ ہی تھا۔ اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ اب اپنی اصلی ہیئت پر آچکا ہے اور جاہلیت کی اس رسم بد کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ سال بارہ مہینے کا ہی رہے گا۔ ان میں سے چار زیادہ احترام کے قابل ہیں۔ تین مسلسل اور ایک رجب عرب کے ہاں رجب کے معاملہ میں دو قول مشہور تھے۔ بعض قبائل رمضان کو رجب کہتے تھے اور قبیلۂ مضر کے نزدیک رجب وہ مہینہ تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں قبیلۂ مضر والا رجب مراد ہے۔ یاد رہے کہ پہلی شریعتوں میں ان چار مہینوں میں قتل و قتال حرام تھا یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے۔ البتہ ان مہینوں کے ادب احترام اور عبادت کے اہتمام کا حکم باقی ہے [۲] کتاب المغازی للواقدی ص ۱۱۰۳ ج ۳ یہ حصہ تو حدیث کی اکثر کتابوں میں موجود ہے لیکن خطبہ کی تصریح باوجود تلاش کے واقدی کے علاوہ اور کہیں نہیں ملی۔ البتہ پہلے جملے "أوعىٰ من سامع" جیسے الفاظ البدایہ والنہایہ ص ۱۹۵ ج ۵، ص ۲۰۲ ج ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹۶ ج ۲ اور مجمع ص ۲۶۶ ج ۳ میں ہیں۔ [۳] مشکاۃ ص ۲۲۵ زرقانی شرح المواہب ص ۱۸۱ ج ۲۔ [۴] جمہرۃ خطب العرب ص ۱۵۸ ج ۱۔

مولانا مبارز دانش صاحب حیدر آباد
فاضل تخصص دار العلوم کراچی ۱۴

تعلیم انسانیت

قاضی ابو یوسف کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

سربراہ مملکت کیساتھ اہل علم کی محتاط روش

وصیۃ الامام الاعظم لابی یوسف بعد أن ظهر له منه الرشد وحسن السيرة والاقبال على الناس۔

امام اعظمؒ کی وصیت ابو یوسف کے نام جبکہ (امام ابو یوسف) کی ذات سے رشد و ہدایت اور حسن کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور انہوں نے لوگوں کی جانب توجہ مبذول کی۔ امام اعظمؒ نے ان کو وصیت فرمائی، کہ اے یعقوب!

فقال له: یا یعقوبُ
وَقِّرِ السلطانَ وعظِّم منزلتَهُ

سلطانِ وقت کی عزت کرو، اور اسکے عظمتِ مقام کا خیال رکھو۔

وایاك والکذب بین یدیه،

اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے (خاص طور سے) پرہیز کرو۔

والدخول علیه فی کلِّ وقتٍ ما لم یدعك لحاجةٍ علمیةٍ

اور ہر وقت اس کے پاس حاضر باش نہ رہو، جب تک کہ تجھے کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔

فانك اذا کثرت الیه الاختلاط تھاون بك وصغرت منزلتك عنده

کہ جب تم اس سے بکثرت ملاقات کرو گے تو وہ تم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظر سے گر جائیگا

فکن منه کما انت من النار تنتفع وتتباعد

پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو، جیسا کہ آگ کے

ولا تدن منها.

ساتھ رکھتے ہو، کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو، اور اس کے قریب تک نہیں جاتے، اسلئے کہ بادشاہ کسی کے لئے وہ مراعات نہیں چاہتا جو اپنی ذات کے لئے چاہتا ہے۔

فان السلطان لا يرى لاحدٍ ما يرى لنفسه

واياك وكثرة الكلام بين يديه فانه يأخذ عليك ما قلته ليرى من نفسه بين يدى حاشيته انه اعلم منك

اور اس کے قریب کثرتِ کلام سے بچو۔ کہ وہ گرفت کریگا تاکہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

وانه يخطئك فتصغر في اعين قومه

ولتكن اذا دخلت عليه تعرف قدرك وقدر غيرك.

اور تمہارا تخطئہ کریگا۔ تاکہ تم اس کے حواریوں کی نگاہ میں حقیر ہو جاؤ۔ بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو کہ جب اس کے دربار میں باریابی ہو۔ تو وہ تمہاری اور تمہارے غیر کی قدر و منزلت سے آشنا ہے، (یعنی فرقِ مراتب کا خیال رکھے۔

ولا تدخل عليه وعنده من اهل العلم من لا تعرفه.

اور تم سلطان وقت کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ، جبکہ وہاں دیگر ایسے اہل علم نشست رکھتے ہوں جن سے تم متعارف نہیں۔

فانك ان كنت ادون حالاً منه لعلك ترتفع عليه فيضرك،

اس لئے کہ اگر تمہارا علمی مرتبہ ان سے کم ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ تم ان پر ترفع حاصل کرنے کی کوشش کرو، مگر یہ جذبہ تمہارے لئے ضرر کا باعث ہوگا۔

وان كنت اعلم منه لعلك تحط عنه فتسقط بذالك من عين السلطان

اور اگر تم ان سے زیادہ صاحب علم ہو، تو شاید تم اس کو (کسی مقام پر) جھڑک دو اور اس کی وجہ سے تم سلطانِ وقت کی نظر سے گر جاو۔

وان عرض عليك شيئاً من اعماله فلا تقبل منه الا بعد ان تعلم انه يرضاك ويرضى مذهبك في العلم والقضايا. كيلا تحتاج الى ارتكاب مذهب غيرك في الحكومات.

اور جب وہ تم کو کوئی منصب عطا کرے، تو اس کو اس وقت قبول نہ کرو، جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم و قضایا میں مطمئن ہے تاکہ فیصلہ جات میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو۔

ولا تواصل اولياء السلطان وحاشيته بل تقرب اليه فقط وتباعد عن حاشيته ليكون مجدك وجاهك باقياً.

اور سلطانِ وقت کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھو، صرف سلطانِ وقت سے ربط رکھو۔ اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہو تاکہ تمہارا وقار و عزت برقرار رہے۔

شہری آداب

ولا تتکلم بین یدی العامة الا بما تسأل عنه ،

عوام کے دریافت طلب مسائل کے علاوہ ان سے (بلا ضرورت) بات چیت نہ کیا کرو ،

وایاك والکلام فی العامة والتجار الا بما یرجع الی العلم کیلا یوقف علی حبك ورغبتك فی المال فانهم یسیئون الظن بك ویعتقدون میلك الی اخذ الرشوة منهم ولا تضحك ولا تبتسم بین یدی العامة

عوام الناس اور تاجروں سے علمی بات کے علاوہ دوسری باتیں نہ کرو، تاکہ ان کو تمہاری محبت و رغبت فی المال کا وقوف نہ ہو، ورنہ وہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے، اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو اور عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے باز رہو۔

ولا تکثر الخروج الی الاسواق ،

اور بازار میں بکثرت نہ جائیے۔

ولا تکلم المراهقین فانهم فتنة

اور بے ریش لڑکوں سے ہم کلامی اختیار نہ کرو کہ وہ فتنہ ہیں۔

ولا بأس ان تکلم الاطفال وتمسح رؤسهم

البتہ بچوں سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ان کے سروں پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرو۔

ولا تمش فی قارعة الطریق مع المشائخ والعامة فانك ان قدمتهم ازدری ذالك بعلمك وان اخرتهم ازدری بك من حیث انه اسن منك ،

عام لوگوں اور سن رسیدہ لوگوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو اس لئے کہ اگر تم ان کو اپنے آگے بڑھنے دوگے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ہوگی اور اگر اپنے پیچھے رکھو گے تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔

فان النبی صلی الله علیه وسلم قال من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔

ولا تقعد علی قوارع الطریق فاذا دعاك ذالك فاقعد فی المسجد ۔

اور کسی راہگذر پر نہ بیٹھا کرو۔ اگر بیٹھنے کو دل چاہے تو مسجد میں بیٹھو۔

ولا تاکل فی الاسواق والمساجد ۔

بازار اور مساجد میں کوئی چیز تناول نہ کرو،

ولا تشرب من السقایات ولا من ایدی السقائین ۔

پانی کی سبیل اور اس پر متعین کارندوں کے ہاتھ سے پانی مت پیو۔

ولا تقعد علی الحوانیت ۔

اور دوکانوں پر نہ بیٹھو۔

وَلَا تلبس الدیباج والحلی وانواع الابریسم فانّ ذالك یفضی الی الرعونۃ۔

مخمل، زیور اور انواع و اقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کیونکہ ان سے رعونت پیدا ہوتی ہے۔

ازواجی آداب

وَلَا تکثر الکلام فی بیتك مع امرأتك فی الفراش الّا وقت حاجتك الیھا بقدر ذالك
وَلَا تکثر لمسھا ومسّھا۔
وَلَا تقربھا الّا بذکر اللّٰہ تعالٰی۔

اپنی فطری حاجت کے وقت بقدر ضرورت گفتگو کے علاوہ گھر میں بچھونے پر اپنی بیوی سے زیادہ بات چیت نہ کرو اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس و مس اختیار نہ کرو۔
اور اس کے قریب جاؤ مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ۔

وَلَا تتکلم بامر نساء الغیر بین یدیھا وَلَا بامر الجواری فانھا تنبسط الیك فی کلامك ولعلك اذا تکلمت عن غیرھا تکلمت عن الرجال الاجانب۔

اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں اور باندیوں کا تذکرہ نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ گفتگو میں بے تکلف ہو جائیگی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا تذکرہ کروگے، تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے بارے میں گفتگو کریگی۔

وَلَا تتزوّج امرأۃً لھا بعلٌ اواَبٌ اوبنتٌ ان قدرت الّا بشرط ان یدخل الیھا احدٌ من اقاربك۔

اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کا شوہر (طلاق دہندہ) باپ، ماں یا (سابقہ خاوند سے) لڑکی موجود ہو۔ الّا یہ کہ وہ یہ شرط قبول قبول کرے کہ اس کے پاس (تمہارے گھر میں) اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آیا کریگا۔

فانّ المرأۃ اذا کانت ذامالٍ یدعی ابوھا انّ جمیع مالھا لہٗ وانہ عاریۃٌ فی یدھا
وَلَا تدخل بیت ابیھا ماقدرت،

اس لئے کہ جب عورت مالدار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تحویل میں جو مال و منال ہے سب میرا ہے اور اس کے پاس محض عاریۃً ہے۔
اور دوسری شرط یہ قبول کرے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ اپنے والد کے گھر میں داخل نہ ہوگی۔

وایاك ان تزفّ فی بیت ابویھا فانھم یأخذون اموالك ویطمعون فیھا غایۃ الطمع۔
وایاك ان تتزوّج بذات البنین والبنات فانّھا تدخر جمیع المال لھم وتسرق من مالك وتنفق علیھم فان الولد

اور (نکاح کے بعد) تم اس بات پر راضی نہ ہو جانا کہ تم شب زفاف سسرال میں گذارو، ورنہ وہ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے باب میں انتہائی طمع سے کام لیں گے
اور صاحب اولاد خاتون سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جمع کریگی اور تمہارے مال سے سرقہ کریگی اور ان پر خرچ

اعزُّ علیھا منک ،

کریگی ، اس وجہ سے کہ اس کی اولاد ، اس کو تم سے زیادہ عزیز ہوگی ۔

ولا تجمع بین امرأتین فی دارٍ واحدۃٍ و لا تتزوج الا بعد ان تعلم انک تقدر علی القیام بجمیع حوائجھا ،

اور تم اپنی دو بیویوں کو ایک مکان میں نہ رکھنا اور جب تک عیال داری کی تمام ضروریات پورا کرنے کی قدرت نہ ہو ۔ نکاح مت کرو ۔

ترتیب زندگی

واطلب العلم اولاً ، ثم اجمع المال من الحلال ثم تتزوج ۔

پہلے علم حاصل کرو ، پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو پھر ازدواجی زندگی اختیار کرو ۔

فانک ان طلبت المال فی وقت التعلیم عجزت عن طلب العلم ۔

زمانہ طالب علمی میں اگر تم حصول مال کی جد و جہد کروگے تو حصول علم سے تم قاصر رہوگے ۔

ودعاک المال الی شراء الجواری والغلمان وتشتغل بالدنیا والنساء قبل تحصیل العلم فیضیع وقتک ویجتمع علیک الولد و یکثر عیالک ۔

اور (حاصل کردہ) مال تمہیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائیگا ، اور تحصیل علم سے قبل ہی تم کو لذائذ دنیا اور عورتوں کے ساتھ مشغول کردیگا ، اس طرح تمہارا وقت ضائع ہوجائیگا ، تمہارے بچوں کا مجمع ہو جائیگا اور تمہارے اہل و عیال کی کثرت ہو جائے گی ۔

فتحتاج الی القیام بمصالحھم و تترک العلم ۔

اس صورت احوال میں تمہیں ان کی ضروریات زندگی پورا کرنیکی احتیاج ہوجائے گی ۔ اور تم طلب علم چھوڑ بیٹھوگے ۔

واشتغل بالعلم فی عنفوان شبابک و وقت فراغ قلبک و خاطرک

اور علم حاصل کرو ، آغاز شباب میں جبکہ تمہارے دل و دماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہوں ۔

ثم اشتغل بالمال لیجتمع عندک فان کثرۃ الولد والعیال یشوش البال فاذا جمعت المال فتزوج ۔

پھر (جیسا کہ ابھی ہدایت کی گئی ہے) حصول مال کا شغل اختیار کرو ، تاکہ وہ تمہیں دستیاب ہو ، کہ کثرت اہل و عیال دل کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں (بہر کیف) مال جمع کرنیکے بعد ازدواجی تعلق قائم کرو ۔

معمولات زندگی

وعلیک بتقوی اللہ تعالی واداء الامانۃ والنصیحۃ لجمیع الخاصۃ والعامۃ

خشیت الٰہی ، ادائے امانت اور ہر خاص و عام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو اور لوگوں کا استخفاف نہ کرو

تستخف بالناس ووقر نفسك ووقرهم ۔

بلکہ اپنی اور ان کی عزت کرو ۔

ولا تكثر معاشرتهم إلا بعد أن يعاشروك، وقابل معاشرتهم بذكر المسائل فانه إن كان من أهله اجابك ۔

ان کی ملنساری سے پہلے ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھو اور ان کے میل ملاپ کا سامنا کرو ذکر مسائل کے ساتھ، کہ اگر بالمقابل اس کا اہل ہوگا تو جواب دے گا ۔

وإياك وأن تكلم العامة بأمر الدين في الكلام فانهم قوم يقلدونك فيشتغلون بذلك ،

اور عام لوگوں سے امر دین کے سلسلہ میں علم کلام پر گفتگو سے احتراز کرو ۔ کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں گے اور علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) میں مشغول ہو جائیں گے ۔

ومن جاء يستفتيك في المسائل فلا تجب إلا عن سواله ولا تضم اليه غيره فانه يشوش عليك جواب سواله ،

اور جو شخص تمہارے پاس استفتاء کیلئے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو ورنہ اس کے سوال کا (غیر محتاط) جواب تمہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے ۔

وإن بقيت عشر سنين بلا كسب ولا قوة فلا تعرض عن العلم، فانك إذا اعرضت عنه كانت معيشتك ضنكا

علم (تدریس و اشاعت) سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا، اگرچہ تم (لوگوں میں) دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو، نہ کوئی (اکتسابی) طاقت، کہ اگر علم سے اعراض کروگے تو تمہاری گذران تنگ ہو جائیگی ۔

واقبل على متفقهيك كانك اتخذت كل واحد منهم ابنا وولدا، لتزيدهم رغبة العلم ۔

اور تم اپنے ہر فقہ سیکھنے والے طالب العلم پر (شفقت و ادب پر مشتمل) ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا پسر اور پدر بنا لیا ہے، تاکہ تم ان میں رغبت فی العلم کے فروغ کا باعث ہو ۔

ومن ناقشك من العامة والسوقة فلا تناقشه فانه يذهب ماء وجهك

اگر عامی بازاری آدمی تجھ سے جھگڑے تو اس سے جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہاری آبرو جاتی رہے گی ۔

ولا تحتشم من احد عند ذكر الحق وإن كان سلطانا ۔

اور اظہار حق کے موقعہ پر کسی شخص کی جاہ و حشمت کا خیال نہ کرو، اگرچہ وہ سلطان وقت ہو ۔

ولا ترض لنفسك من العبادات إلا باكثر مما يفعله غيرك ويتعاطاها ۔

فالعامة إذا لم يروا منك الإقبال عليها بأكثر مما يفعلون اعتقدوا فيك قلة الرغبة ۔

جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لئے پسند نہ کرو اور عبادت میں سبقت اختیار کرو اسلئے کہ عوام جب کسی عبادت کو کثرت کر رہے ہوں گے اور پھر وہ دیکھیں گے کہ تمہاری اس قدر توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے میں قلت رغبت کا گمان کریں گے ۔

واعتقدوا أن علمك لا ينفعك إلا ما نفعهم الجهل الذي هم فيه ۔

اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں نفع نہیں پہنچایا، مگر وہی نفع جو ان کو جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں ۔

وبالوالدين احسانا ؕ اما
يبلغن عندك الكبر احدهما او كلهما
فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما
قولا كريما ۝ واخفض لهما جناح الذل من
الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا ۝

ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو
پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان پر خفا ہو اور ان کے ساتھ ادب
سے بات چیت کرو اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے جھکاؤ اور
کہو کہ اے میرے پروردگار تو ان پر رحمت فرما جس طرح انہوں
نے مجھے بچپن میں پالا

DADABHOY SILK MILLS LTD

City Office, Jehangir Kothari Building M. A. Jinnah Road Karachi-01?
Regd. Office & Mills: S.I.T.E. Karachi-1603
Postal Address: G. P. O. Box 354 Karachi-0127 Pakistan

تیسری قسط

نظرِ بد

نظر کا لگ جانا حق ہے۔ نظر لگ جاتی ہے۔ دیکھئے سانپ کی ایک قسم ہے اسے افعیٰ کہا جاتا ہے وہ سانپ اگر کسی طرف دیکھ لے تو اس کے دیکھنے ہی سے نظر جاتی رہتی ہے اور حاملہ کی طرف نظر کرے تو اس کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظر میں بھی اثرات ہوتے ہیں۔ حاسد کی نظر بھی خبیث ہوتی ہے جب وہ کسی اچھی چیز کو دیکھتا ہے تو اس کی اندرونی تاثیر نظر کیساتھ ملتی ہے اور اسے مریض کر ڈالتی ہے اور اس تاثیر کے لئے دیکھنا بھی شرط نہیں ہے۔ نابینا کے آگے کسی چیز کی تعریف کی جائے تو اس کی نفس کا اثر پڑتا اور فساد ہو جاتا ہے اور نظر لگانے والا عموماً حاسد ہی ہوتا ہے۔ یہ نظر ایک تیر کی طرح ہے جو حاسد سے نکلتا اور دوسرے پر جا لگتا ہے۔ ہاں اگر محسود ہتھیار بند ہے اس میں توکل و توحید غالب ہے تو نظر خطا کر جاتی ہے بلکہ زیادہ قوی ہتھیار والا ہو تو وہ نظر خود اسی حاسد کو لگ جاتی ہے اسی لئے حاسد سے پناہ مانگی گئی ہے "ومن شر حاسد اذا حسد" اور بعض مرتبہ انسان کو خود اپنی نظر لگ جاتی ہے اور بعض مرتبہ بلا ارادے طبعاً بھی لگ جاتی ہے نظر میں ایک قسم کی قوت ہے۔ دیکھو تم کو کوئی گھور کر دیکھے تو تمہارے اندر خوف پیدا ہو جائے گا بلکہ بخار چڑھ جائے گا اس لئے مسلم شریف میں حدیث ہے "النظر حق" اور اسی حق ہونے کی وجہ سے رقیہ سے اس علاج کرنا آیا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

نظرِ بد کا علاج

مرفوع حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر خداوندی کو ہٹانے والی ہوتی تو یہ نظر ہوتی سو اگر تم سے کوئی دھلوائے تو دھو دیا کرو۔

(مسند عبدالرزاق)

اس دھونے کی ترکیب ترمذی میں اس طرح آئی ہے کہ جس نے ٹوکا دیا اور اس کی نظر لگی ہے اس لگانے والے سے کہا جائے کہ ایک پیالے میں پانی لے ایک چلو منہ میں بھر کر واپس اس پیالے میں کلی کرے پھر اس پیالے کے اندر ہی اندر اپنا چہرہ دھوئے پھر بایاں ہاتھ میں پانی لے کر دائیں گھٹنے پر اس طرح ڈالے کہ پانی اس پیالے میں آجائے پھر دائیں ہاتھ بھر کر بائیں گھٹنے پر اس طرح بہائے کہ پانی پیالے میں آجائے پھر اس پیالے میں استنجی کی جگہ دھوئے اور شرط یہ ہے کہ پیالے کو زمین پر نہ رکھے پھر یہ سب پانی جس کو نظر لگی ہے اس کے پیچھے سے اس پر بہادے۔ یہ علاج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوا ہے۔

اور بعض دفعہ جن کی نظر بھی لگ جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں ایک باندی کو دیکھا اس کے چہرے میں جن کی نظر لگنے کا نشان تھا آپ نے فرمایا اس کا تعویذ کرو کیوں کہ اس کو نظر لگی ہے۔ (بخاری و مسلم) اس میں کچھ روح کا بھی اثر ہوتا ہے۔ حاسد کی روح محسود کو ضرور پہنچاتی ہے اس لئے حاسد کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے اور اس کے علاج کے لئے معوذتین۔ سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی کثرت سے پڑھا گیا ہے۔

تعویذات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رقیہ اور تعویذ کیا کرتے تھے مثلاً (اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق یا اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان وھامۃ وعین لامۃ یا اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من شر ما خلق وذرء وبرء ومن شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا ومن شر ما ذرء فی الارض ومن شر ما یخرج منھا ومن شر فتن اللیل والنھار الا طارق یطرق بخیر یا رحمٰن یا اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ ومن شر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون یا اس طرح کہے تحصنت باللہ الذی لا الٰہ الا ھو الٰھی والٰہ کل شیءٍ واعتصمت بربی ورب کل شیءٍ وتوکلت علی الحی الذی لا یموت واستدفعت الشر بلا حول ولا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ ونعم الوکیل حسبی اللہ الرب من العباد حسبی اللہ الخالق من المخلوق حسبی اللہ الرازق من المرزوق حسبی اللہ ھو حسبی حسبی اللہ بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعی ولیس وراء اللہ مرمی حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

یہ رقیے نظر بد سے روکنے اور دفع کرنے کے لئے ہیں مگر ان پر پورا توکل اور یقین ہونا چاہیئے دل کو یقین سے پر کر کے قلب کو مضبوط کر کے پڑھے یہ ایک مضبوط ہتھیار ہے اسے مضبوط ہوتا ہے۔

اور جس کی نظر لگتی ہو اسے چاہئے کہ جسے وہ دیکھے اسے بارک اللہ تک کہدیا کرے عامر بن ربیعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا ھلا برکت یا ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہدیا کرے۔ انشاء اللہ نظر نہیں لگیگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی باغ یا کسی چیز کو دیکھتے تھے تو یہی پڑھا کرتے تھے۔

بیماری کا رقیہ

ہر بیماری کے لئے جبرئیل علیہ السلام نے یہ رقیہ بتایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

باسم ارقیک من کل داء فیک من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیک باسم اللہ ارقیک (مسلم)

ظاہر بینوں کے نزدیک یہ نظر بد کا علاج عجیب ہوگا مگر یہ تعجب کی بات نہیں دیکھو اگر کسی کو غصہ آرہا ہو تو جس پر غصہ آرہا ہے وہ اپنا ہاتھ غصہ کرنے والے کے چہرے پر پھیر دے یا رکھدے تو غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا ایسے ہی جس جانور نے تمہارے کاٹا ہے اسے مار کر اس جگہ مل دو زہر کا اثر کم ہو جائے گا۔ اسی طرح عائن کی آگ کا اثر اس پانی سے بجھ جائے گا۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے جس کو نظر لگنے کا خطرہ ہو اس کے محاسن اور خوبصورتی کو مستور کر دو یا بدل دو جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو فرمایا اس کی تھوڑی کے درمیان ایک سیاہ نقطہ لگا دو۔

نظر بد کا ایک اور علاج

ابو عبداللہ تیاحی سے منقول ہے وہ حج یا عمرے کے سفر میں تھے وہ ایک بہت عمدہ اونٹنی پر سوار تھے لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ اپنی اونٹنی کو سنبھال کر رکھو قافلے میں ایک نظر لگانے والا آدمی بھی ہے وہ بولے تم بے فکر ہو وہ عائن آیا اس نے اونٹنی کو نظر بھر کر دیکھا اونٹنی تڑپی اور مر گئی عبداللہ تیاحی آئے پوچھا عائن کہاں ہے وہ آیا پھر انہوں نے یہ کلمات پڑھے۔

بسم اللہ حبس حابس وحجر یابس وشہاب قابس رددت عین العائن علی احب الناس الیہ فارجع البصر ھل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر وھو حسیر۔

عائن کی دونوں آنکھیں باہر آگئیں اور اونٹنی ٹھیک ہو کر کھڑی ہو گئی۔

عام بیماریوں کا رقیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمک وامرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض واغفرلنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من عندک وشفاء من شفاءک علی ھذا الوجع (ابوداؤد)

بسم اللہ ارقیک من کل داء یوذیک ومن شر کل نفس وعین حاسد

اللہ یشفیک باسم اللہ ارقیک (مسلم)

سورہ فاتحہ سے علاج کرنا بھی آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توثیق فرمائی ہے۔

ایک شہ راز جانور جب کسی کے ڈستا ہے تو اُسے غصہ آجاتا ہے جو اس کے سارے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ ایسے ہی ساحر جب کلمات سحر پڑھتا ہے اور ارواح خبیثہ سے مدد لیتا ہے یہ ایک لشکر ہے دوسرا جب اللہ پر کامل بھروسہ کر کے ان کلمات طیبہ کو قوت کے ساتھ پڑھے گا اور ان کے مضمون کو مستحضر رکھے گا تو ان کا مقابلہ ہوگا اور ان کلمات کی برکت سے وہ سحر اور زہر سب ختم ہو جائے گا یہ تو تصورات کی لڑائی ہے جس کا تصور نمایاں ہوگا کامیاب ہو جائے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں مکہ مکرمہ میں بہت بیمار ہوگیا اور معالج بھی کوئی نہ تھا بالآخر زمزم کا پانی لیتا اور اس پر بار بار ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھکر پیا رہا اللہ نے آرام فرمادیا۔

بچھو کا جھاڑا پانی میں نمک گھول کر قل ہو اللہ اور معوذتین پڑھتا ہوا درد کی جگہ دھار سے پانی ڈالے انشاء اللہ کچھ دیر ایسا کرنے سے آرام آجائے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے (ابن ابی شیبہ) یہ تو بعد کا علاج ہوا۔ لیکن پہلے ہی پڑھتا ہے تو جانور ڈسے ہی گا نہیں صبح شام یہ کلمات پڑھ لیا کرے۔

(اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق (مسلم)

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلیات سے حفاظت کے لئے فجر کے بعد اور سوتے وقت سورۂ اخلاص اور معوذتین مع بسم اللہ کے پڑھ کر تمام بدن پر آگے پھر پیچھے ہاتھوں کو پھرا کرتے تھے اس طرح تین مرتبہ کرتے۔

(مسلم و بخاری)

حضرت ابو الدرداءؓ کا تعویذ

دن کے شروع میں پڑھے تو تمام دن رات کے شروع میں پڑھے تو تمام رات بلیات سے حفاظت رہے وہ کلمات یہ ہیں۔ لا الہ الا انت علیک توکلت و انت رب العرش العظیم

رات کو سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھ لے تو تمام رات کے لئے کفایت کرلیتی ہیں۔

نملہ کا رقیہ نملہ ایک قسم کی پھنسیاں ہوتی ہیں جن سے دونوں پہلوؤں میں چیونٹیاں سی چلتی ہیں جیسے کاٹ رہی ہوں۔

حضرت شفا زمانۂ جاہلیت میں منتر سے اس کا علاج کیا کرتی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کی تو آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں جو انہوں نے پیش کئے۔

باسم ضلت حتی یعود فی افواھھا ولا تضر احدا اللھم اکشف الباس رب الناس۔

آپ نے مزید یہ فرمایا کہ سات لکڑیاں لیکر ان پر یہ رقیہ کرو اور پاک جگہ یا کسی پتھر پر سرکہ لگا کر ان کو ملو پھر ان کو نملہ پر ملدو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا سے فرمایا کہ جس طرح تم نے بی بی حفصہ کو کتابت سکھلائی

ہے اس طرح یہ رقیہ بھی ان کو سکھلا دو ۔ (ابوداؤد)

زخم اور پھوڑے پھنسیاں

جب انسان کا مزاج گرم ہو جاتا ہے اور آب و ہوا بھی گرم ہو تو پھنسیاں نکل آتی ہیں اور مٹی کی خاصیت خشک و سرد ہے ۔

مٹی میں خشک کرنے کی خاصیت ہے جتنی ٹھنڈی دوائیں ہیں ان میں سب سے ٹھنڈی مٹی ہے یہ پھوڑے پھنسی کی حرارت کو معتدل کر دیتی ہے اور ردی رطوبت کو سکھاتی ہے جس سے زخم کی رطوبت سوکھ جاتی اور معتدل ہو جاتی ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جب کسی کو کوئی شکایت ہوتی یا کوئی زخم یا پھنسی ہوتی تو آپ اپنی انگلی مبارک کو اس طرح رکھتے اور حضرت سفیان نے دکھایا کہ اپنی کلمہ کی انگلی کو زمین پر رکھا پھر اس کو اٹھایا اور کہا ۔

بسم اللہ بتربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا (بخاری مسلم)

ایک روایت میں ہے پہلے اپنی انگلی کو تھوک لگائے پھر مٹی پر رکھے جو مٹی لگ جائے اس کو زخم پر مسح کرے اور یہ کلمات پڑھتا جائے ان کلمات میں تفویض اور توکل الی اللہ ہے ۔ اصل نفع راقی کا یقین اور مرقی کو انفعال کا یقین ضروری ہے ۔ اگر مدینہ کی مٹی مل جائے تو بہتر ورنہ ہر مٹی لیکر علاج کرے ۔

درد کا علاج

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایت کی کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں مجھے درد ستا رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جگہ درد ہے اس جگہ ہاتھ رکھ کر تین بار کہہ بسم اللہ اور سات مرتبہ کہہ

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر (مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پر دست مبارک رکھ کر یہ کلمات ارشاد فرماتے ۔

اللھم رب الناس اذھب الباس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما (بخاری و مسلم)

پریشانی کا علاج

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے ۔

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت السبع ورب الارض ورب العرش الکریم (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں "یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغیث" پڑھنا ہے ۔ (ترمذی)

یا آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یوں کہتے سبحان اللہ العظیم (ترمذی)

حضرت اسماء بنت عمیس کو یہ کلمات بتلائے تھے اللہ اللہ ربی لا شرک بہ شیئا (ابوداؤد)

یہ الفاظ سات مرتبہ کہیں ۔

عبدالرشید عراقی

علامہ سید سلیمان ندوی اور ان کی علمی خدمات

علامہ سید سلیمان ندوی اُردو زبان کے سب سے بڑے مصنف تھے تفسیر، تاریخ، حدیث، عربی ادب اور جملہ علوم اسلامی میں ید طولیٰ رکھتے تھے تاریخ میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور اس بات کی گواہی آپ کے تاریخی مقالات سے ملتی ہے جو آپ نے معارف میں شائع کئے سید صاحب کی تمام تصانیف اپنے اپنے موضوع پر ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے اس کا حق ادا کر رہا ہے اس مقالہ میں سید صاحب کی تمام تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے اور اس کے ساتھ آپ کے مختصر حالات زندگی پر روشنی ڈالنی مقصود ہے۔ ——— عبدالرشید عراقی

علامہ سید سلیمان ندوی

علامہ سید سلیمان ندوی ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء مطابق ۲۳ صفر المظفر ۱۳۰۲ھ دسینہ بہار میں پیدا ہوئے۔ مشیت الٰہی کو یوں منظور ہوا کہ ۱۸۵۷ء تا ۱۸۸۶ء برصغیر میں پانچ سلیمان پیدا ہوئے اور ان پانچوں کو عظمت و شرف کے لئے چن لیا گیا۔ عمر کے تفاوت کے باوجود ایک ہی وقت میں سب کی شہرت عام ہو گئی۔ کوئی پختگی کی عمر کو پہنچ کر نمایاں ہوا۔ کوئی نوعمری ہی میں چمک اٹھا۔ غرض آسمان شہرت

پر آئے ۔ تو کہکشاں بن کر اولیت کا شرف مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو حاصل ہوا ۔ درمیان مولانا شاہ سلیمان پھلواری، مولانا سلیمان اشرف اور سر شاہ سلیمان آئے ۔

تفصیل بہ سن وفات عیسوی اس طرح ہے ۔

① مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری سشن جج پٹیالہ، مصنف، رحمۃ اللعالمین

م ۲۷ ؍ جولائی ۱۹۳۰ء
یکم ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

② مولانا شاہ سلیمان پھلواری، مشہور عالم، صوفی، واعظ

م ۵ ؍ مئی ۱۹۳۵ء
یکم صفر ۱۳۵۴ھ

③ مولانا سلیمان اشرف ۔ صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

م ۲۱ ؍ اپریل ۱۹۳۹ء
یکم ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

④ سر شاہ سلیمان وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

م ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء
۱۴ ؍ صفر ۱۳۶۰ھ

⑤ علامہ سید سلیمان ندوی ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ و معتمد ندوۃ العلماء لکھنؤ ۔

م ۲۲ ؍ نومبر ۱۹۵۳ء
یکم ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

ابتدائی تعلیم گھر سے شروع ہوئی اور اپنے بھائی مولانا سید ابو حبیب ۱۳۴۶ھ سے فارسی و عربی کی کتابیں پڑھیں ۱۳۱۷ھ ؍ ۱۸۹۸ء میں مولانا سید ابو حبیب صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے اور سید صاحب پھلواری شریف چلے گئے ۔ وہاں آپ نے مولانا شاہ علی حبیب نصر (م ۱۳۲۵ھ) درسی کتابیں پڑھیں اس کے بعد مدرسہ امدادیہ میں کچھ عرصہ رہے اور وہاں مولانا مرتضیٰ حسن (م ۱۳۷۱ھ) فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ پڑھی ۔

۱۳۱۹ھ ؍ ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے ۔ ندوہ میں آپ نے علامہ شبلی (م ۱۳۳۲ھ) تاریخ و ادب مولانا مفتی عبد اللطیف سنبھلی مرادآبادی (م ۱۳۳۷ھ) سے فقہ، مولانا حفیظ اللہ اعظم گڑھی (م ۱۳۶۳ھ) سے حدیث اور مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی (م ۱۳۲۷ھ) سے دوسرے اسلامی علوم میں تعلیم حاصل کی ۔

۱۳۲۴ھ ؍ ۱۹۰۷ء میں ندوۃ العلماء سے سند فراغت حاصل کی ۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ مولانا شبلی (م ۱۳۳۲ھ) کے سیرۃ نبوی کے اسٹاف میں رہے ۔ ۱۹۱۳ء میں مولانا ابو الکلام آزاد (م ۱۳۷۸ھ) کے اخبار الہلال کے عملہ ادارت سے مستعفی ہو کر دکن کالج پونہ میں فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے ۔

اکتوبر ۱۹۱۴ء میں دارالمصنفین کا قیام عمل آیا اور ۱۹۱۵ء میں سید صاحب دکن کالج پونہ سے استعفیٰ دے کر دارالمصنفین اعظم گڑھ تشریف لے گئے ۔ یہاں آپ کا قیام ۱۹۴۵ء تک رہا ۔
جون ۱۹۱۶ء میں آپ نے معارف جاری کیا اور آپ اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ۔ اور ۱۹۴۵ء تک آپ معارف کے ایڈیٹر رہے ۔

سید صاحب کی ملی و قومی خدمات بھی بہت ہے ۔ جمعیۃ العلماء ہند ، جامعہ ملیہ دہلی کے قیام وانصرام میں ایک اہم کردار ادا کیا ۔ خلافت ، موتمر علوم اسلامی کے وفد یورپ اور حجاز گئے تھے ۔ ان کی قیادت بھی سید صاحب نے کی ۔ ۱۹۴۵ء میں بھوپال کے قاضی القضاۃ اور امیر جامعہ مقرر ہوئے ۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان ہجرت کی اور اسلامی دستور کے خاکہ ترتیب میں کراچی میں ۳۱ علمائے کرام کا جو اجتماع ہوا تھا ۔ اس کی صدارت آپ ہی نے کی تھی ۔ بعد میں حکومت پاکستان نے اسلامی تعلیمی بورڈ کا صدر بھی آپ کو مقرر کیا ۔

۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء آپ نے کراچی میں انتقال کیا اور علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) کے مدفن کے قریب دفن ہوئے ۔

علمی کارنامے

علامہ سید سلیمان ندوی نے مستقل تصانیف کے علاوہ سینکڑوں علمی ، دینی ، مذہبی ، تاریخی ، ادبی اور تحقیقی مقالات لکھے ۔ جو الندوہ ، الہلال اور معارف میں شائع ہوئے ۔ سید صاحب نے ان مقالات میں اپنے مطالعہ اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور اس کے صلہ میں یورپ کے مستشرقین اور برصغیر کے بڑے بڑے علمائے کرام سے خراج تحسین حاصل کیا ۔

سید صاحب کی تصانیف پر تعارف و تبصرہ سے پہلے ضروری ہے کہ آپ پروفیسر رشید احمد صدیقی (م ۱۹۷۷ء) کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں ۔ جو انہوں نے سید صاحب کی تصانیف پر کیا ہے پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم لکھتے ہیں ۔

سید صاحب کی تصانیف اور مقالات پر تبصرہ مقصود نہیں ہے یہ کام بڑا طویل اور مشکل ہے اور ایک آدمی کے بس کا بھی نہیں ۔ کہنا یہ ہے کہ علمی تدقیقات کے جدید طریقوں سے نا آشنا ہونے کے باوجود اس کے آداب سید صاحب اپنی تصنیفات میں بڑی خوبی اور پابندی سے ملحوظ رکھتے تھے اور تقسیم ابواب و ترتیب مضامین کس سلیقہ سے کام لیتے تھے کہ معمولی سے معمولی طالب علم بھی پوری تحقیقات سے پورے طور پر آشنا ہو جاتا تھا ۔

سید صاحب کا حافظہ بہت قوی اور ذہن بڑا مرتب تھا ۔ ان کے ذہن میں تنقیحات بڑی واضح سہل ہوتی تھیں ، کام کی باتیں ضخیم سے ضخیم کتاب اور پیچیدہ سے پیچیدہ بحث سے جلد اخذ کر لیتے تھے اور اس کا صحیح مقام دینے میں خاص ملکہ رکھتے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ جیسے وہ اپنے ذخیرہ معلومات کی فہرست اتنی ہی واضح اور مکمل رکھتے تھے ۔ جتنی کسی اچھی لائبریری کی فہرست جو جدید ترتیب کے اصولوں پر

مرتب کی گئی ہے۔ (معارف سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء)

فہرست تصانیف

(۱) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ جلد	(۲) ارض القرآن ۲ جلد
(۳) حیات امام مالک رح	(۴) اہل السنۃ والجماعت
(۵) خطبات مدارس	(۶) سیرۃ عائشہ رض
(۷) عرب و ہند کے تعلقات	(۸) عربوں کی جہاز رانی
(۹) نقوش سلیمانی	(۱۰) رحمت عالم
(۱۱) حیات شبلی رح	(۱۲) یاد رفتگان
(۱۳) برید فرنگ	(۱۴) سیر افغانستان
(۱۵) عمر خیام	

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس کام کو مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) اپنی آخری عمر میں شروع کیا تھا اور اس کی تکمیل کو اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کا ذریعہ بنایا تھا۔ فرماتے ہیں۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی — مجھے خیر سے مقیم آستان غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم — خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

لیکن افسوس مولانا شبلی مرحوم اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ ایک ہی جلد لکھ پائے تھے۔ کہ ان کی زندگی کا ذوق تمام ہو گیا۔ مولانا شبلی مرحوم نے سید صاحب کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ہر حال میں سیرۃ النبی کی تکمیل کرنا۔ چنانچہ سید صاحب نے استاد مرحوم کی وصیت پر عمل کیا اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل کی۔

پہلی دو جلدوں کا مواد مولانا شبلی مرحوم نے اکٹھا کیا۔ لیکن ان کی ترتیب نہ کر سکے تھے اور کچھ مباحث تشنہ تھے۔ سید صاحب نے ان تمام مباحث کو تحقیق و تدقیق کے ساتھ پورا کیا۔ اور جو حواشی نامکمل تھے ان کو مکمل کیا اور مباحث باقی رہ گئے تھے۔ ان کو از سر نو لکھا۔

پہلی جلد میں فن سیرت پر ایک مقدمہ ہے اور اس کے بعد تاریخ قبل از اسلام جس میں عرب کے اقوام و قبائل، عرب کی قدیم حکومتیں، تہذیب و تمدن اور عرب کے مذاہب پر بحث کی گئی ہے۔ خانہ کعبہ کی تاریخ کا بھی تذکرہ ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب، ظہور قدسی، ہجرت، غزوات۔ صلح حدیبیہ، بیعت رضوان، غزوات، سلاطین کو دعوت اسلام، اور غزوات پر ایک مجموعی تبصرہ ہے۔

دوسری جلد میں نبوت کی پُرامن زندگی، مدینہ میں اسلامی حکومت کی تاسیس اور اس کے سیاسی نظام پر بحث ہے اور اس کے ساتھ آپ کے شمائل و معمولات اور ازواج مطہرات کا تذکرہ بھی اس جلد میں شامل ہے

سید صاحب نے ان دونوں جلدوں میں جو حواشی واضافے کئے ہیں ان کو توسین میں کر دیا گیا ہے۔

تیسری جلد کا موضوع معجزات ہے۔ اس میں خصائص نبوت بشارات نبوی اور خصائص محمدی کا بھی بیان ہے دلائل ومعجزات اور فلسفہ جدیدہ کے عنوان سے جو بحث ہے وہ مولانا عبدالباری ندوی (م ۱۹۷۶ء) پروفیسر فلسفہ جدیدہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے قلم سے ہے۔

چوتھی جلد منصب نبوت پر ہے شروع میں ایک مقدمہ ہے۔ جس میں نبوت کی حقیقت اور اس کے لوازم وخصائص پر بحث ہے اس کے بعد ظہور اسلام سے قبل دنیا کی مذہبی واخلاقی حالت پر تبصرہ ہے۔

پانچویں جلد عبادات سے متعلق ہے اس میں فرائض خمسہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج پر بحث کی ہے اور عبادات قلبی تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر اور شکر وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔

چھٹی جلد کا موضوع اخلاقی تعلیمات ہے اس میں اسلامی فلسفہ اخلاق کی تشریح اخلاقی تعلیمات کے فضائل ورذائل اور اسلامی آداب کی تفصیل وتشریح کی ہے۔

ساتویں جلد کا موضوع معاملات ہے۔ جن میں معاشرتی، تمدنی، اجتماعی اور اقتصادی معاملات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ جلد سید صاحب کی زندگی میں شائع نہیں ہو سکی۔

ارض القرآن ارض القرآن سیرۃ نبوی کے مقدمہ کی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔

جلد اول میں عرب کے قدیم جغرافیہ کے بعد عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر اور اصحاب الفیل کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

جلد دوم میں مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، بنو قیدار، انصار و قریش کی تاریخ، عرب کی تجارت اور ان کے مذاہب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

حیات امام مالکؒ یہ کتاب حضرت امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) کے حالات زندگی پر ہے اس کے علاوہ آپ نے ان کی تصنیفات پر مفصل تبصرہ بھی کیا ہے۔ موطا امام مالکؒ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں آپ نے تابعین اور فقہائے حجاز کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔ علم حدیث کی ابتدائی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی ہے اور جمع حدیث کے لئے محدثین کرام کی کوششوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

اہل السنۃ والجماعت اس رسالہ کا موضوع عقائد ہے اس میں مذہبی فرقوں کے ظہور کی تاریخ کے علاوہ مسئلہ تقدیر، جبر وقدر اور اختلاف صحابہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

خطبات مدراس یہ سیرۃ نبوی پر ۸ خطبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے اکتوبر ۱۹۲۵ء میں تعلیمی اسلامی

انجمن مدراس کے زیر اہتمام ارشاد فرمائے۔

خطبہ اوّل کا عنوان (انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے۔) ہے اس میں آپ نے بتایا ہے کہ

"مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر ناکام ہے اور ہم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لئے معصوم انسانوں، بے گناہ ہستیوں اور ہر حیثیت سے باکمال بزرگوں کی ضرورت ہے اور وہ صرف انبیائے کرام ہیں۔"

خطبہ دوم کا عنوان (عالمگیر اور دائمی نمونہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے) اس میں آپ نے بتایا ہے کہ۔

"صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تمام دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے نمونہ عمل اور قابل تقلید ہے۔ اس لئے کہ آپ کی سیرت ہر حیثیت سے مکمل اور دائمی ہے۔"

خطبہ سوم کا عنوان سیرۃ نبوی کا تاریخی پہلو ہے۔ اس میں سید صاحب بتاتے ہیں کہ۔

"تمام دنیا اس پر متفق ہے کہ جس طرح مسلمانوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اُس چیز کو جن کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے تھا حفاظت کی ہے وہ عام کے لئے مایہ حیرت ہے۔"

اس خطبہ میں آپ نے ڈاکٹر اسپرنگر (جرمن) کی ایک تحریر نقل کی ہے کہ اُس نے لکھا تھا!

"کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔ جس کی بدولت آج ۵ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہو۔ (مقدمہ اصابہ فی احوال الصحابہ ترجمہ انگریزی مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء)

خطبہ چہارم کا عنوان سیرۃ نبوی کی کاملیت ہے۔ اس میں سید صاحب فرماتے ہیں کہ۔

"سیرت محمدی دنیائے اسلامی کا عالمگیر آئینہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کی کامل زندگی اس استیعاب اور استقصاء کے ساتھ موجود نہیں ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمام مسلمانوں کے اسوہ ہے۔"

خطبہ پنجم کا عنوان، سیرۃ نبوی کی جامعیت ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع شخصیت کے سوا کوئی اور دائمی اور عالمگیر رہنما نہیں ہو سکتا۔"

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خطبہ ششم کا عنوان، سیرۃ نبوی کی عملیت ہے۔

اس خطبہ میں سید صاحب نے آیت قرآنی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنۃ کی روشنی میں بحث کی ہے۔

خطبہ ہفتم کا عنوان اسلام کے پیغمبر کا پیغام ہے۔ اس میں سید صاحب نے بتایا ہے کہ "اسلام کے پیغمبر کا پیغام دنیا میں خدا کا پہلا اور آخری پیغام ہے یہ سب دنیا کے لئے ہے جس طرح اس کا خدا تمام دنیا کا خدا ہے۔"

خطبہ ہشتم کا عنوان پیغام محمدی (ایمان وعمل) ہے اس میں آپ نے ایمان کی مفصل تفصیل اور تشریح بیان کی ہے۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

سیرۃ عائشہ یہ کتاب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سوانح حیات ہے۔ اس میں حضرت عائشہؓ کی خانگی، معاشرتی زندگی کے علاوہ ان کے اخلاق وعادات، علم واجتہاد، علم حدیث فقہ وقیاس، علم کلام وعقائد، علم اسرار الدین۔ طب، تاریخ، ادب، خطابت، شاعری، تعلیم وارشاد پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ سیرۃ عائشہ کا شمار سید صاحب کی بہترین تصنیفات میں ہوتا ہے۔

عرب و ہند کے تعلقات عرب و ہند کے تعلقات آپ کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے مارچ ۱۹۲۹ء میں ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے زیر اہتمام ارشاد فرمائے تھے یہ خطبات سید صاحب کی تحقیقات اور وسعت معلومات کا آئینہ ہیں ان خطبات میں آپ نے، عربوں کی تجارتی تعلقات ہندوستان کے ساتھ، پر تفصیل روشنی ڈالی ہے اور تمام تعلقات یعنی تجارتی، علمی اور مذہبی پر بحث کی ہے۔

عربوں کی جہازرانی یہ کتاب بھی سید صاحب کے تاریخی خطبات کا مجموعہ جو آپ نے مارچ ۱۹۳۰ء میں اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن بمبئی کے زیر اہتمام بمبئی میں ارشاد فرمائے تھے۔ یہ خطبات بھی سید صاحب کی ذہانت، قوت حافظ، ذوق تحقیق اور وسعت معلومات کا تماشا گاہ ہیں ان خطبات میں آپ نے عربوں کی جہازرانی عربوں کی دنیا کے سمندروں سے واقفیت، عربوں کے سامان وآلات جہازرانی اور عربوں کا امریکہ تک پہنچنے کے امکانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

نقوش سلیمانی یہ کتاب سید صاحب کے خطبات۔ مقالات اور مقدمات کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف ادبی انجمنوں اور کانفرنسوں میں ارشاد فرمائے۔ یا بعض علمی وادبی جرائد میں شائع ہوئے۔

رحمت عالم ۔ یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختصر سیرت پر مشتمل ہے اس کو آسان زبان

میں لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب برصغیر کی اسلامی ریاستوں اور صوبہ بہار کے اسلامی مدرسوں میں داخل نصاب کی گئی۔

حیاتِ شبلی یہ کتاب صرف علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) کی سوانح عمری ہی نہیں بلکہ مسلمانانِ ہند کے پچاس برس کی علمی، ادبی سیاسی، تعلیمی، مذہبی اور قومی واقعات کی تاریخ ہے۔ حیات شبلی سید صاحب نے بڑی محنت اور تحقیق سے لکھی ہے اور پوری کتاب مستند اور محققانہ ہے اور سید صاحب کے ذوق تحقیق و تلاش و جستجو کا شاہکار ہے۔

حیات شبلی کا مقدمہ بہت تحقیقی اور فاضلانہ ہے اس میں آپ نے دیارِ مشرق میں علوم اسلامیہ کی تعلیم و اشاعت کی تاریخ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

مولانا حالی مرحوم نے حیات جاوید کے نام سر سید احمد خان کی سوانح حیات لکھی اور جب حیات جاوید شائع ہوئی تو اہل علم نے کہا تھا کہ مولانا حالی نے اپنے سر پر تاج پہن لیا ہے کہ سر سید کی سوانح حیات مرتب کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے جب حیات شبلی شائع ہوئی تو پروفیسر عبدالقیوم صاحب کراچی نے لکھا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی لکھ کر مولانا حالی کے سر کا تاج چھین لیا ہے۔

یادِ رفتگاں سید صاحب نے معارف اعظم گڑھ میں ۱۹۱۶ء تا ۱۹۵۳ء یعنی ۳۷ سال میں آپ کے کسی دوست یا عالم یا بیرسٹر یا شاعر یا سیاستدان یا قومی لیڈر یا والیان ریاست یا کسی مذہبی اسکالر نے انتقال کیا۔ سید صاحب نے اس کے غم میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔

بریدِ فرنگ برید فرنگ آپ کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو آپ نے ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت کے ایک رکن کی حیثیت سے لندن سے مولینا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا سید مسعود علی ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی مولانا سید عبدالحکیم دیسنوی اور مولانا سید ابوظفر ندوی کے نام لکھے اور یہ خطوط وفد خلافت کی کارگزاریوں سے متعلق تھے۔

سیرِ افغانستان اکتوبر ۱۹۳۳ء میں سید صاحب، علامہ اقبال اور نے حکومت افغانستان کی دعوت پر افغانستان کا سفر کیا تھا اور یہ سفر وہاں کے علمی و تعلیمی مسائل سے متعلق تھا۔ واپسی پر سید صاحب نے اس سفر کی روئداد سیر افغانستان کے نام سے لکھی جو معارف نومبر ۱۹۳۳ء تا دسمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ بعد میں اُسے کتابی صورت میں سیر افغانستان کے نام سے شائع کیا گیا۔

خیامؔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں کانفرنس کے اجلاس پٹنہ میں خیام کے عنوان سے سید صاحب نے ایک علمی و تحقیقی مقالہ پڑھا۔ جس کو علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں سید صاحب نے اس میں مزید اضافہ کر کے اس کو کتابی صورت میں شائع کیا۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی ! تو علامہ اقبال مرحوم نے اس کی بہت تعریف کی۔

مقالاتِ سلیمان

علامہ سید سلیمان ندوی اردو زبان کے بہت بڑے مصنف تھے آپ نے الندوہ، الہلال اور معارف میں سینکڑوں علمی، ادبی تاریخی، مذہبی تحقیقی اور تنقیدی مقالات لکھے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ نے آپ کے مقالات کی تین جلدیں شائع کی ہیں۔ جلد اوّل میں تاریخی مقالات ہیں اور جلد دوم علمی و تحقیقی مقالات پر مشتمل ہے اور جلد سوم میں مذہبی مقالات ہیں۔

چاہت ہے جو چائے کی پیجئے !!!
گولڈن چائے
سیلون اور کینیا کی بہترین
خوشبودار، خوش رنگ اور
خوش ذائقہ چائے
حیدرآباد کے تمام چھوٹے
بڑے اسٹوروں پر بھی دستیاب ہے
کراچی کے جمعہ بازاروں میں بھی
دستیاب ہے
نقالوں سے ہوشیار
فون :-
683319
682012
گولڈن ٹی کمپنی
الاعظم اسکوائر
فیڈرل بی ایریا کراچی
علی منزل شاپ پان منڈی نانک واڑہ کراچی۔ فون۔ نیشنل کمرشل کارپوریشن حیدرآباد فون ۳۰۳۶۵

از: پروفیسر حافظ سید خالد محمود ترمذی

پاکستان ٹائمز میں ایک پروفیسر صاحب کا ایک مضمون "کیا عورتیں مذہب اور عقل میں کم ہیں"؟ نظر سے گذرا جس میں صاحب مضمون نے عورت کی نصف دیت، میراث میں آدھے حصے اور ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی شہادت پر خامہ فرسائی کی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم نے عورت کی شہادت اور میراث میں حصہ مرد کے مقابلے میں آدھا ہے۔ یہ عقیدہ سراسر قرآنی تعلیمات کے منافی ہے لیکن اسے اس انداز سے بار بار دہرایا اور بیان کیا گیا ہے کہ قدامت پرست علماء کا تو کہنا ہی کیا روشن خیال علماءِ دین تک بھی اسکو صحیح تسلیم کرنے پر مجبور ہیں اور کسی نے بھی قرآن حکیم سے اس کی صحیح اور تفصیلی صورتِ حال معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ علامہ اقبالؒ جیسی شخصیت بھی اسی نظریئے کی مؤید ہے"۔

موصوف کا نقطہ نظر یہ تھا کہ قرآن کی رو سے مرد اور عورت میراث میں برابر کے شریک ہیں بلکہ ایک جگہ تو موصوف نے ہاتھ (یعنی قلم) کی صفائی کا ایسا مظاہرہ کیا ہے کہ قرآن کی رو سے عورت کا حصہ مرد سے دوگنا کر دکھایا ہے۔ ان کی فن کاری بالفاظِ دیگر دیدہ دلیری ملاحظہ ہو۔ سورۃ نساء کی آیت ۱۱ کا نامکمل ترجمہ پیش کر کے اپنے اس باطل دعوے کو کیسے سچ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل فرمائی ہے۔ ترجمہ حسب ذیل ہے:-

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے (۱)

وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ
بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ
كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

ترجمہ: اور جو کچھ تمہاری بیویاں (ترکے میں) چھوڑ جائیں اور اس میں سے نصف کے تم حقدار ہو بشرطیکہ ان سے اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر)، اگر ان کے اولاد ہے (خواہ تم سے یا پہلے شوہر سے)، تو تمہیں جو کچھ وہ تمہیں چھوڑیں اس کا چوتھائی ملے گا (لیکن ہر صورت میں یہ میراث) مرنے والے کی وصیت کے بقدر مال نکالنے کے بعد اور اسکے قرضے (کی ادائیگی) کے بعد (عمل میں لائی جائے)۔ اور ان کے لئے جو کچھ تم چھوڑ جاؤ اس کا چوتھائی حصہ ہے بشرطیکہ تمہارے اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر) اور اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ہو گا لیکن یہ میراث تمہاری وصیت کے بقدر مال نکالنے کے بعد یا قرضے (کی ادائیگی) کے بعد (عمل میں لائی جائے)۔

اور کوئی مرد یا عورت ہو (جو ترکہ چھوڑ جائے) اور وہ کلالہ ہو (یعنی نہ اس کا باپ ہو نہ بیٹا) اور اس کے ماں شریک بھائی یا بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

آیت کے پہلے حصے میں زوجین کی میراث کو بیان کیا ہے کہ مرد کو اس کی عورت کی مال میں سے ½ یعنی آدھا مال ملے گا اگر عورت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر عورت کے اولاد ہے خواہ ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو اور اسی مرد سے ہو یا دوسرے مرد سے تو مرد کو عورت کے مال میں سے ایک چوتھائی ملے گا اس کا قرض ادا کرنے اور اگر اس نے وصیت کی ہے تو ⅓ کی حد تک اس کی تعمیل کے بعد۔ اسی طرح عورت کو اس کے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا اگر مرد کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اگر مرد کے اولاد ہے خواہ اسی عورت سے یا دوسری عورت سے تو عورت کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ یعنی مرد اور عورت کے حصوں میں وہی دو اور ایک کی نسبت ہے۔ زوجین کی میراث کے بعد اخیافی بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے جو کہ صرف ماں میں شریک ہوں اصول یہ ہے کہ باپ دادا اور بیٹے پوتے کے ہوتے ہوئے تو بھائی اور بہن کو کوئی حصہ نہیں ملتا ہاں اگر باپ دادا اور بیٹا پوتا نہ ہو تو بھائی اور بہن کو میراث ملتی ہے بھائی اور بہن تین طرح کے ہیں، سگے جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں جن کو عینی کہتے ہیں، وہ سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں ان کو علاتی کہتے ہیں اور وہ سوتیلے جو صرف ماں میں شریک ہوں ان کو اخیافی کہتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اخیافی بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے۔ اخیافی بھائی اور بہن کا حصہ برابر ہے اور ایک استثنار ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میراث کی ہر صورت

اور مرنے والے کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر وہ صاحب اولاد ہو (٢)
اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ اس کے (وارث) ہوں تو اسکی ماں کو تیسرا حصہ ملیگا۔ (٣)

پروفیسر صاحب نے یہاں تک ترجمہ دیا ہے اور میراث کی تین صورتیں قرار دی ہیں پھر بزعم خویش مندرجہ بالا تیسری صورت سے جہاں ماں کو تیسرا حصہ دیا گیا ہے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ باپ کو بدستور چھٹا حصہ ملے گا جیسا کہ اس سے قبل صورت ۲ میں مذکور ہوا۔ بلکہ اپنے دوسرے مضمون بعنوان "حضرت حوا کی پیدائش" میں جو پاکستان ٹائمز کی ۲۲ نومبر کی اشاعت میں شائع ہوا ہے یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے "باپ کا حصہ بدستور چھٹا رہے گا" اور یہ جملہ اس انداز سے بڑھایا ہے کہ کم علم قاری اسے بھی آیت کا حصہ سمجھے۔ حالانکہ سب مفسرین نے آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَہٗٓ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ج

ترجمہ: اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ اس کے (وارث) ہوں تو اس کی ماں کو تیسرا حصہ ملے گا (اور باقی باپ لے گا۔)

چونکہ آیت میں ماں، باپ دونوں کی وراثت کا ذکر ہے۔ تو جب ماں کا حصہ ایک تہائی ہوا تو صاف ظاہر ہے باقی دو تہائی باپ کا ہو گا کیونکہ اولاد تو اس کی ہے نہیں اور دو تہائی ایک تہائی سے دگنا ہوتا ہے لہذا باپ کا حصہ دگنا بنتا ہے نہ کہ ماں کا۔ یعنی مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوا نہ کہ عورت کا مرد سے دگنا جیسا کہ پروفیسر صاحب کا خیال خام ہے۔ یعنی یہ ایک نئی دریافت ہے جو کسی فقیہ، کسی عالم بلکہ کسی عامی نے بھی نہ پڑھی نہ سنی ہوگی کہ میراث کی ایک شکل ایسی بھی ہے جس میں عورت کو مرد سے دگنا حصہ قرآن کریم نے دیا ہے۔ یا للعجب!

آگے چل کر موصوف نے سورہ نساء کی آیت ۱۲ کا حسب سابق نامکمل ترجمہ دے کر میراث میں عورت کا حصہ مرد کے مساوی کرنے کی کوشش کی ہے ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

اور اگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ (٤)

پوری آیت کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جائیگی کہ یہاں کلالہ کی میراث کی صرف ایک صورت یعنی اخیافی بھائی بہن کے حصوں کا ذکر ہے لیکن موصوف نے حسب معمول علمی خیانت سے کام لے کر قرآنی آیات کا صرف اسی قدر ترجمہ اور وہ بھی سیاق و سباق سے جدا کر کے پیش کیا ہے جس سے ان کا مطلب حل ہوتا ہے۔ موصوف نے آیت کے پہلے حصے کو دیدہ دانستہ نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ آیت کے شروع میں مرد کا حصہ عورت سے دگنا بیان ہوا ہے اور وہ ان کے مزعومہ دعوے کو غلط ثابت کرتا ہے آیت بمعہ ترجمہ اس طرح ہے:۔

وَلَکُمْ نِصْفُ مَا تَرَکَ اَزْوَاجُکُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھُنَّ وَلَدٌ
فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ
یُّوْصِیْنَ بِھَآ اَوْ دَیْنٍ ط وَلَھُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ

میں مرد اور عورت کا حصہ برابر ہے جیسا کہ سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیات ۱۱ اور ۱۲ کے مطالعہ سے واضح ہے۔

غالباً موصوف کی نظر سے سورۂ نساء کی آخری آیت نہیں گذری جس میں کلالہ کی میراث کی دو اور صورتوں یعنی عینی اور علاتی بھائی بہن کے حصص کا ذکر ہے جن کی رُو سے بھی مرد کا حصہ عورت سے دگنا بنتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:۔

يَسْتَفْتُونَكَ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ط إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ج وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ط فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ط وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ط

ترجمہ: (اے پیغمبر!) لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں (یعنی ایسے آدمی کی میراث کے بارے میں جس کے نہ تو ماں، باپ ہوں نہ اولاد ہو نہ بیٹا ہو) حکم پوچھتے ہیں کہدیجئے! اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا) اور اس کے عینی یا علاتی بہن ہو تو جو کچھ مرنے والا چھوڑ مرا اس کا آدھا بہن کا حصہ ہوگا۔ (یعنی بعد حقوق متقدمہ اور بقیہ نصف اگر عصبہ ہو، اسکو دیا جائے گا ورنہ پھر اسی پر رد ہو جائے گا) اور اگر بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو (اور والدین بھی نہ ہوں) تو اس (کے سارے مال) کا وارث وہ بھائی ہی ہوگا۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں (یا دو سے زیادہ) تو انہیں ترکے میں دو تہائی ملے گا۔ اور اگر بھائی بہن (ملے جلے ہوں) کچھ مرد، کچھ عورتیں تو پھر (اسی قاعدے سے حصے تقسیم ہوں گے کہ) مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ۔

موصوف نے اپنے چھ دسمبر کے مضمون میں اسی بے بنیاد دلیل کو تیسری بار دہرایا ہے اپنے مضمون "پیغمبر کا نظام عادل"، میں لکھا ہے:۔

"مفدبات کی تیسری وجہ زن تھی اور ہے، اسلام سے قبل عورت کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اسے مرد کے برابر مقام عطا کیا۔ اسے اپنے رفیق حیات کو چننے اور چھوڑ دینے کے یکساں حقوق دیئے۔ بہر حال ایسے علماء بھی ہیں جو آیہ میراث (سورۂ نساء آیت ۱۱) سے یہ نتائج اخذ کرنے پر مصر ہیں کہ عورت کا مقام مرد کے مقابلے میں نصف ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کا یہ تصور متعلقہ آیت کے نامکمل مطالعہ کا غماز ہے۔ اس میں تین قسم کی میراث کا ذکر ہے۔ بیٹی کی صورت

میں بے شک یہ مرد سے آدھی ہے لیکن ماں اور بہن کی صورت میں اسے باپ اور بھائی کے برابر حصّہ دیا گیا ہے۔ اور ایک صورت میں تو جب میّت کے کوئی اولاد نہ ہو ماں (عورت) کا حصّہ باپ (مرد) سے دگنا مقرر کیا گیا ہے۔"

یعنی ایک ہی بات کا اور وہ بھی غلط بار بار تکرار تو آپ کر رہے ہیں اور مطعون علماء کو کرتے ہیں۔ ہے کیا ولی کے اس اصول پر کون عمل کر رہا ہے؟" جھوٹ کو اس طرح بار بار دہراؤ کہ سچ نظر آنے لگے"۔ میراث کے اہم مسئلے کو "بخوبی" حل کرنے کے بعد موصوف عورت کی گواہی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں فرماتے ہیں:۔

"یہی حال عورت کی گواہی کا ہے۔ قرآن میں ایسا کوئی اصول نہیں بیان ہوا جسکی رو سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوا جس سلسلے میں میں علماء جس آیت کا حوالہ دیتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ج فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ط (سورۂ بقرہ)

ترجمہ: اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد (کے بدلے) دو عورتیں کافی ہوں گی جنہیں تم شہادت کیلئے پسند کرو کہ (اگر) ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے

(سورۂ بقرہ آیت ۲۸۲)

موصوف نے ترجمہ لکھ کے بعد فرماتے ہیں کہ آیت میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ دوسری کا کام تو اتنا ہے کہ وہ عدالت تک پہلی عورت کے ہمراہ جائے گی۔ شہادت ایک عورت ہی دے گی۔ کیونکہ عدالت میں مردوں کی اکثریت کے باعث اکیلی عورت کے طبعاً شرمیلا ہونے کی وجہ سے گھبرا جانے (CONFUSE) کا احتمال ہے شیخ ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس اشکال کو یوں رفع کیا ہے:۔

آیت کریمہ میں لفظ" احداھما" کو مکرر کیوں کیا۔" اَنْ تَضِلَّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ الْأُخْرَىٰ" فرمادیتے اگر ایسا ہوتا تو صرف ایک عورت کی شہادت ہوتی۔ اسی طرح "فتذکرھا الاخریٰ" ہوتا تو بیان ایک ہی طرف سے ہوتا کیونکہ یاد رکھنے والی یاد دلادیتی۔ اِحْدَاهُمَا کے تکرار سے یہ فائدہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کو بتائیں شہادت کے کچھ حصّہ کو ایک یاد دلائے اور کچھ حصّہ دوسری (پہلی عورت کو) یاد دلائے یعنی دونوں ایک دوسرے کو یاد دلائیں۔

کیا موصوف کی نظر سے امام شافعیؒ کی والدہ کا وہ واقعہ نہیں گذرا جس میں قاضی نے امام شافعی کی والدہ کو ایک بیان لینے کے لئے بلایا تو موصوفہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سہیلی کو ساتھ رکھنے کی حکم دیا ہے اس لئے میں بیان دیتے وقت اسے ساتھ رکھوں گی آپ کو میرا یہ حق سلب کرنے کا حق نہیں۔

موصوف کو غالباً یہ بھی علم نہیں ہے کہ عورت کی گواہی بھی حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے معاملات مثلاً بیع وشرار اور نکاح وطلاق وغیرہ میں قابل قبول ہے اور مندرجہ بالا آیت وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ایسے ہی معاملات کے بارہ میں ہے لہٰذا حدود اور قصاص کے معاملات میں تو شریعت کے نزدیک عورت کی شہادت قابل قبول ہی نہیں ہے ورنہ موصوف اور واویلا مچاتے کہ عورت کے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی ظلم نہیں ہے یا اس سے عورت کا مقام گھٹتا نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک رعایت ہے کہ عورت کیوں عدالتوں کے چکر کاٹتے پھرے عورت کی شان یہی ہے کہ حتی الامکان گھر میں رہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ اس لئے شریعت نے ایسے اصول بنا دیئے کہ عورت کو کم سے کم عدالت میں جانا پڑے۔ اس سلسلے میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے۔ محدث ابن ابی شیبہؒ کی روایت ہے۔

مضت السنه من رسول اللهؐ والخليفتين من بعده ان لا تجوز شهادة النساء فى الحدود.

(امام زہری فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت یہی ہے کہ عورتوں کی شہادت حدود میں جائز نہیں۔

ریحان علی ہاشمی
متعلم آکسفورڈ اسکول کے ڈی اے ایکیم ۲

ایک دفعہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ٹرین سے اعظم گڑھ (یو۔پی) تشریف لے جا رہے تھے اس ٹرین میں جو گارڈ تھا وہ ہندو تھا اور مولانا سے اس کو کافی عقیدت تھی۔ درمیان کے ایک اسٹیشن پر وہ مولانا سے ملنے آیا اسی اثنا میں ایک غریب آدمی آگے بڑھا اور گنوں کا تحفہ مولانا کو پیش کیا۔ مولانا نے قبول کرنے کے بعد کسی ساتھی سے فرمایا کہ وزن کرا کے بک کرادو۔ گارڈ نے کہا بک کرانے کی کیا ضرورت ہے میں اعظم گڑھ تک گارڈز سے کہہ دوں گا کہ وہ گنوں کا خیال رکھیں۔ مولانا نے فرمایا۔ مجھے تو اس سے بھی آگے جانا ہے۔

گارڈ نے دریافت کیا۔ ابھی آپ نے اعظم گڑھ تک جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ مولانا اطمینان سے بولے! جی ہاں اعظم گڑھ تک تو جانا ہے، مگر وہ میری آخری منزل نہیں ہے۔ "مجھے تو آخرت تک جانا ہے"۔ وہاں تک کونسا گارڈ میرے ساتھ جائے گا؟ یہ کہتے ہوئے مولانا کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں؛ جیسے اُن کی نگاہیں آخرت کے ہولناک مناظر کو دیکھ رہی تھیں۔

جدید تعلیم اور اخراجات کی کثرت

جب تک ڈائریکٹر کا محکمہ قائم نہ ہوئے، جب تک اس محکمہ کے مصارف کے لئے سالانہ لاکھوں روپے کی منظوری نہ صادر ہوئے۔ جب تک عمارت نہ تیار ہو جائے۔ جب تک اتنی رقم

کا نہ بندوبست ہوئے کہ باضابطہ معقول تنخواہوں کے مدرسین کے تقرر کا امکان پیدا ہو جائے جب تک پڑھنے والے بچوں کے باپ کی اتنی آمدنی نہ ہوئے ۔ جس سے ہر سال بدل جانے والی نصابی کتابوں، قیمتی کاپیوں، کھیل کود کے قیمتی آلات (بیٹ ریکیٹ فٹبال) قیمتی یونیفارم نیز ماہوار ۔ قیام وطعام کے مصارف اور اسکول و کالج کے مختلف مطالبات وغیرہ وغیرہ کی تکمیل کے لئے کافی نہ ہو اس وقت تک تعلیم کا کوئی لفظ زبان پر نہیں لاسکتا ۔

اشاعت تعلیم کے حامیوں کا ایک اصول یہ ہے اور اسی کے مقابلہ میں تعلیم ہی کا ایک دستور وہ بھی تھا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے لئے کسی بھی گھنے درخت کی چھاؤں اور مٹی کی دیواروں کا احاطہ کافی سمجھا جاتا تھا ۔

(مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج اول ص ۳۳ ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی رح)

علما اور طلبا کے آداب

حضرت علی رض نے بیان فرمایا عالم کے حق سے یہ بات ہے کہ اس پر کثرت سے سوال مت کرو اور اُسے جواب کی مشقت میں مت ڈالو اور اس پر اصرار مت کرو ۔ جب وہ (جواب سے) اعراض کرے اور اس کے کپڑے مت پکڑو ۔ جب کہ وہ سست ہو رہا ہو نہ اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرو اور نہ اس کی طرف آنکھ مارو ۔ اس کی مجلس میں اس سے سوال مت کرو ۔ نہ اس کی ذلت کے طالب ہو ۔ اور اگر اس سے لغزش ہو جائے تو اسے رجوع کرنے کی مہلت دو اور اس کے رجوع کر لینے کو قبول کرلو ۔ اور یہ نہ کہنا کہ فلاں نے آپ کے قول کے خلاف کہا ہے ۔ اس کے بھید کو ظاہر نہ کرنا اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا ۔ سامنے اور پس پشت اس کی حفاظت کرنا ساری قوم کو سلام کرنا اور اس کو خاص طور سے سلام کرنا اس کے سامنے بیٹھنا اور اگر اسے کوئی حاجت پیش آئے تو تمام لوگوں سے پہلے اس کی خدمت کے لئے تیار ہو جانا اور اپنے زیادہ بیٹھے سے اُسے تکلیف نہ پہنچانا ۔ اس کی مثال ایک کھجور کے درخت جیسی ہے ۔ جس سے انتظار کیا جارہا ہے کہ کب تیرے اوپر اس میں سے نفع ٹپکے اور بیشک عالم بمنزلہ اس روزہ دار کے ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو ۔ جب کوئی عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جو قیامت تک بند نہیں ہوگا ۔ اور طالب علم کو پہنچانے ستر ہزار مقرب فرشتے آسمان کے چلتے ہیں ۔

(حیاۃ الصحابہ جلد سوم ۲۳۲)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ ظلم کا خوگر ہوتا ہے نہ ہی وہ اسے رُسوا و بے آبرو ہونے دیتا ہے۔ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے تو خدا اُس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کی تنگی و پریشانی دُور کرے گا تو خدا قیامت کے دن اس کی پریشانیوں کو دُور کرے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی خدا قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

نقد و تبصرہ

(تبصرہ کیلئے دو۲ جلدیں آنا ضروری ہیں)

نام کتاب: شفاء القلوب فی ردّ الشرک و الشکوک

مؤلف : قاری عبد المجید بن سردار خان مہمند — سائز : ۲۳×۱۸/۸

کل صفحات : ۸۰۰ — قیمت : مجلد سنہری ڈائی دار — ۱۰۰/- روپے

ملنے کے پتے : (۱) مدرسہ انوار الاسلام۔ مکی مسجد کیہال۔ ایبٹ آباد۔ (پاکستان)

(۲) سنی پبلیکیشنز۔ الوہاب مارکیٹ۔ غزنی اسٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

اللہ تعالیٰ شانہٗ، اپنی ذات، صفات اور کمالات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی دخیل۔ اللہ تعالیٰ کی شان ساری مخلوق میں سب سے بلند اور اس کے کمالات سارے عالم کے کمالات سے زیادہ ہیں اور اس کی ذات تمام عالم پر فوقیت رکھتی ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ کے جملہ اوصاف و کمالات ذاتی ہیں دیگر مخلوق کے کمالات عطائے خداوندی اور عارضی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی عبادت و استعانت کے قابل ہے۔ اسی کی عبادت ضروری اور اسی سے مدد مانگنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر و منتظم یعنی اس پورے کارخانۂ ہستی کا چلانے والا ماننے کے باوجود غیر اللہ سے مدد مانگنا، ان کو سجدہ کرنا، ان کو کارساز سمجھنا شرک ہے۔ قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں بتایا ہے کہ شرک کسی صورت میں بھی قابل معافی نہیں ہے۔

آج کے دور میں مسلمان، جہالت، کم علمی اور ناواقفیت کے سبب مختلف روحانی بیماریوں کا شکار ہیں شرک اور شرکیہ اعمال کے سبب مسلمان دن بدن ذلت و پستی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں سات باب ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

باب اول؛ اللہ تعالیٰ پر ایمان، باب دوم؛ مسئلہ پکار یعنی غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا۔ باب سوم؛ عبادت، باب چہارم؛ استقامت، باب پنجم؛ موافقت سنت، باب ششم؛ نماز کی بحث، باب ہفتم؛ مسئلہ نذر و نیاز۔

البتہ ص ۱۱۳ سے ص ۱۲۸ تک وسیلہ کی بابت جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ جمہور اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک دعا میں انبیاء، صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا وسیلہ جائز ہے ان کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی۔

آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے تو بہتر ہے۔ اس طرح یہ کتاب ہر اعتبار سے قابل مطالعہ اور مسلمانوں کیلئے مفید ترین بن جائیگی۔

کتابت وطباعت عمدہ، کاغذ سفید اور بہترین مضبوط جلد کے ساتھ بہترین تحفہ ہے۔ اگر اس کی قیمت کم سے کم رکھی جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ تاکہ اس کا فائدہ سب کو پہنچتا۔

(ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب **اوزان شرعیہ** تالیف:۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی مدظلہ

سائز: ۱۸×۲۳/۸ کل صفحات: ۳۲ قیمت:۔ ۳/۵۰ روپے

ناشر:۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ۔ آسیا آباد۔ مکران۔ بلوچستان۔

شریعت اسلامیہ کے بہت سے احکام ناپ تول سے متعلق ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ میں سونے چاندی کا نصاب، صدقہ فطر میں صاع کا وزن وغیرہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں اس دور کے مروجہ اوزان و پیمانوں کی بابت ہدایت فرمائی ہے مثلاً صاع، مد، اوقیہ، درہم، دینار، مثقال وغیرہ۔

بلاد ہند و پاک میں دیگر اقسام کے اوزان اور پیمانے رائج ہیں اس لئے ان احکام کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ شرعی اوزان اور پیمانوں کی مقداریں یہاں کے مروجہ اوزان اور پیمانوں سے مطابقت کر کے بتلائی جائیں تاکہ شرعی احکام کی بجا آوری میں آسانی ہو۔

اس لئے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک علماء کرام نے اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام نے اپنی تحقیقات کو مستقل رسالوں اور متفرق فتاویٰ کی شکل میں مفصل اور مختصر تحریر فرمایا ہے۔ اس تحقیق کے نتیجہ میں کچھ اختلافات بھی پیش آئے۔ اس سلسلہ کا سب سے مفصل رسالہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ہے جس پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علاوہ دیگر علماء وقت کی تقاریظ درج ہیں۔

زیر تبصرہ رسالہ درہم، مثقال، صاع وغیرہ اوزان شرعیہ کی تنقیح پر مشتمل ہے۔ اس سلسلے میں مولانا موصوف نے کافی جدوجہد فرمائی ہے۔ اور عام پیمانوں کے علاوہ برقی مشینوں سے بھی مدد لی ہے۔ بہرحال یہ ایک کامیاب کوشش ہے البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ بشری تحقیق مسامحت سے خالی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس

پر اس قدر پابند ہو جانا کہ دین کے تقاضے مجروح ہوں یا قدیم اہل علم سے بدگمانی پیدا ہو یا ان کی تحقیقات کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے البتہ احتیاط اچھی بات ہے لیکن کسی مسئلہ میں غلو سے کام لینا کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہے۔

اس رسالہ میں بارہویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیاض ہاشمی کے ۱۲ صفحات کا عکس بھی دیا گیا ہے۔ اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ کاغذ و طباعت عمدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس خدمت کا بہتر سے بہتر صلہ مرحمت فرمائے اور ناشر کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

(ا-ا-خ-س)

نام کتاب نقد و تبصرہ بر کنز الایمان و خزائن العرفان

تالیف :- شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مدظلہ ، سائز :- ۲۳ × ۱۸/۸

کل صفحات :- ۸۸ - قیمت :- درج نہیں -

ناشر :- شعبۂ نشر و اشاعت - مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ - خانو خیل - ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان -

---

مولوی احمد رضا خان بریلوی مرحوم نے قرآن پاک کا ترجمہ بیان کیا اور مولوی امجد علی اعظمی مرحوم نے اس کی تفسیر لکھی۔ یہ ترجمہ ۱۹۱۱ء (مطابق ۱۳۲۰ھ) شائع ہو کر معدوم ہو گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ترجمہ خود ساختہ، اصول ترجمہ و تفسیر کے خلاف اور سلف صالحین اور مفسرین کی روش سے ہٹ کر ہے۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ عربی کے فاضل اور قرآن و حدیث کے ماہر ہندوستان کے ہر خطہ میں موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی پہلی اشاعت سے لیکر اب تک یہ ترجمہ زاویۂ خمول میں رہا اور اسے خود بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں بھی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔

اس ترجمہ و تفسیر کی بنیاد اسرائیلی روایات پر قائم ہے۔ اس ترجمہ و تفسیر کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ کی شان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت، ملائکہ کی اہمیت، وحی الٰہی کی عصمت اور اسلام کی حرمت قائم نہیں رہتی۔ اس ترجمہ و تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی الٰہی جو مدار ایمان اور بنیاد اسلام ہے (معاذ اللہ) شیطان اس میں ملاوٹ کر سکتا تھا یہ اعتقاد خلاف اسلام اور عصمت وحی کے منافی ہے انہی جیسی بے شمار غلطیوں کے سبب سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، کویت، بحرین اور دیگر عرب ممالک میں اس ترجمہ و تفسیر پر پابندی لگا دی گئی ہے جس کی رو سے ان ممالک میں نہ کوئی شخص یہ تفسیر و ترجمہ باہر سے منگوا سکتا ہے اور نہ ہی مطالعہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

یہ نقد و تبصرہ اس سے قبل کئی رسائل و جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔ اب مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ خانو خیل ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے شعبۂ نشر و اشاعت نے اس کو کتابی شکل میں شائع کیا ہے اس کے پڑھنے سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا اور مسلمان راہ ہدایت سے نہیں بھٹکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم کارنامہ پر مؤلف موصوف اور ناشر اور معاونین کو دین و دنیا کی فوز و فلاح سے نوازے اور جملہ اہل اسلام کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

نام کتاب :۔ **اشرف الامثال** مرتب :۔ محمد اقبال قریشی صاحب
سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ۔ کل صفحات :۔ ۹۶ ۔ قیمت :۔ ۶ روپے
ناشر :۔ ادارۂ تالیفات اشرفیہ ۔ بٹہ شرقی نزد مسجد فردوس ۔ ہارون آباد ۔ ضلع بہاولنگر ۔ پنجاب

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات اصلاح احوال کے لئے انتہائی مفید اور نافع ہیں ۔ آپ کے مواعظ و ملفوظات میں قرآن پاک آیات کی تشریح، احادیث نبوی کی شرح، فقہ کے مسائل، نصیحت آموز حکایات اور دلپذیر اور حسب حال اشعار اور دیگر علوم و معارف بیان کئے گئے ہیں ۔

مولانا محمد اقبال قریشی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خاص ذوق اور سلیقہ عطا فرمایا ہے کہ وہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات اور دیگر تصانیف سے قیمتی اور نادر مضامین مختلف عنوانات کے تحت جمع کر کے شائع کرتے رہتے ہیں ۔

زیر تبصرہ رسالہ بھی انہی کی کوشش کا نتیجہ ہے ۔ اس میں مختلف مثالیں بیان کی گئی ہیں ۔ مثال کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل اور ادق مضامین بآسانی ذہن نشین ہو جاتے ہیں ۔ مثنوی مولانا روم اس کی بہترین مثال ہے ۔

اللہ تعالیٰ مؤلف و ناشر کی اس محنت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ یہ کتاب ہر مسلمان کے لئے انتہائی کارآمد ہے ۔ اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کی جاتی ہے ۔

(ا ۔ ا ۔ خ ۔ س)